

وہ میری دسترس میں تھا

کے بعد وہ اتر آئی۔

شام کو حمدہ ان کے گھر موجود تھی بمعہ پائین اہل
ایک کے جو اس نے عالیہ کے ہاتھ میں تھمایا۔

”آپ اس محلے میں نئی آئی ہیں اور میں پہلی بار
آپ کے گھر آئی ہوں اس لیے یہ لائی ہوں۔“ عالیہ کی
سوالیہ نگاہوں کے جواب میں اس نے وضاحت کی
تھوڑی دیر میں ہی وہ دونوں گہری دوست بن چکی تھیں
حمدہ اس کی طرح فرسٹ ایئر کی اسٹوڈنٹ تھی اور وہ
بھی اس کالج میں تھی جس میں صبح پڑھتی تھی حمدہ

نے اس سے وعدہ لیا کہ وہ کل ضرور ان کے گھر آئے گی
اسے گٹ تک رخصت کر کے وہ واپس پلٹی تو بہت
خوش تھی پر انا شہر اور سہیلیاں چھوٹنے کی وجہ سے جو
اداسی تھی حمدہ کی وجہ سے ختم ہو چکی تھی وہ اندر شور
سے گنگنا رہی تھی عالیہ بھی اسے خوش دیکھ کر پرسکون
ہو گئی۔ ورنہ اس کی خاموشی کی وجہ سے تو جیسے پورے
گھر میں رونق ہی نہیں تھی اپنی شرارتوں سے وہ
پورے گھر کو سربراہاٹھائے رکھتی تھی بہت ہنگامہ ہوا
تھی اور عالیہ تو اسے دیکھ دیکھ کر جیتی تھی۔

جب صبح کی پیدائش ہوئی تو کسی اندرونی خرابی کی
وجہ سے اس کی ماں کا اس کی پیدائش کے چند گھنٹے
بعد ہی انتقال ہو گیا تھا ایسے میں اس کی جان کی ذمہ
داری چودہ سالہ عالیہ نے اپنے سر لے لی تھی ویسے بھی
دادی بھی تھیں پر وہ زیادہ تر عالیہ کے پاس ہی رہتی تھی
صبح کی موت کے چند ماہ بعد کمال بھائی کا بھی انتقال
ہو گیا اب صبح مکمل طور پر اس کی ذمہ داری کا
ویسے تو اس کی تخیال میں سارے رشتے ختم

وہ بڑے مگن سے انداز میں ٹیرس پر کھڑی ان چاروں
کو دیکھتے جارہی تھی ایک مرد تھا وہ اس کا چہرہ اتنا دیکھ
سکتی تھی کیونکہ اس کی طرف اس کی پشت تھی پر اس
کے سائیڈ پوز سے لگ رہا تھا کہ وہ لڑکا ہرگز نہیں ہے۔
اس کے جوڑے کندھے اور ورزشی کمر ہی نظر آرہی
تھی اس کے ساتھ والی کمری پر ایک نو دس سال کا لڑکا
تھا لڑکے کے ساتھ ایک مین آئمر سی بڑی پیاری لڑکی
تھی۔ اس کے ساتھ ایک لڑکا تھا تیرہ چودہ سال کا پھر وہ
مرد تھا جس کی سائیڈ سے جھلک نظر آرہی تھی۔

انہیں اس کالونی میں آئے تین چار روز ہی ہوئے
تھے شروع میں تو وہ پھوپھو کے ساتھ سایمان سیٹ
کرنے میں ہی فنی رہی آج ٹیرس پر آئی تھی کہ ذرا
ارد گرد کا جائزہ لے۔ ٹیرس سے اس سامنے والے گھر
کا این صاف نظر آ رہا تھا جہاں وہ چار اجنبی صورتیں

”شاید ان کے کوئی رشتہ دار ہیں۔“ اس نے دل
میں اندازہ لگایا۔ لان میں بیٹھی لڑکی کی نظر اس پر پڑی
تھی اس نے باقی لڑکوں کو بھی اس کی طرف متوجہ کیا
جواباً ان تینوں نے ویسے جیسے ہاتھ بلائے صبح
نے بھی ہاتھ بلایا اور زور سے بولی۔

”میں صبح ہوں ہم اس گھر میں چار روز پہلے آئے
ہیں۔“ دوسری لڑکی چیخڑ سے اٹھ کر دیوار کی طرف
تیرس کے سامنے آئی تھی۔

”میں حمدہ ہوں۔ میرا بھائی زونلی اور یہ سنی ہے۔“
اس لڑکی نے بھی حارث کو پایا۔ مرد ابھی تک ان کی
خرف متوجہ نہیں ہوا تھا چند ادھر ادھر کی باتیں کرنے

ماموں، پاپا پر عالیہ کسی پر بھروسہ سا کرنے کے لیے تیار نہ تھی خال میں اپنے اپنے گھروں کی تمہیں رہ گئے ماموں تو انہوں نے بہت کہا کہ ہم صبح کو سنبھال لیں گے پر وہ راضی نہ ہوئی ان کی یہ دیاں اپنے اپنے بچوں میں مگن تھیں صبح پر کہاں توجہ دیتیں۔

عالیہ کی بڑی دو بہنیں بیابہی ہوئی تھیں ایک بھائی تھا وہ انگلیٹنڈ چلے گئے غرض سے گیا تو وہیں کا ہو کر رہ گیا اور شادی بھی آدھری کر لی۔ اب صبح کے لیے پھوپھو اور دادی تو سب بہت تھیں کیونکہ دادا پہلے ہی وفات

پاچکے تھے عالیہ کے لیے ریحان کا رشتہ آیا تو ذکیہ بیگم شوگر کے ہاتھوں بے حال تھیں ایک ماہ کے اندر دیکھتے ہی دیکھتے وہ چٹ پٹ ہو گئیں عالیہ نے شریلا لگا دی کہ شادی کے بعد وہ صبح کو ساتھ رکھے گی ریحان مان گیا یوں بھی اس کا لہبا چوڑا خاندان نہیں تھا جو اعتراض کرتا یوں شادی کے بعد وہ عالیہ پھوپھو کے ہمراہ ان کے نئے گھر آ گئی۔

ریحان اسے بہت توجہ دیتے تھے وہ تھی اتنی پیاری اور دل موہ لینے والی ان کی آنکھوں کا تو وہ مارہ بنی ہوئی



تھی پر افسوس کہ رحمان بہت ہی کم عمر لکھوا کر لائے تھے عالیہ چھبیس سال کی عمر میں ہی بیوہ ہو گئیں کوئی اولاد بھی نہیں تھی۔ وقت ہر زخم کا مرہم ہوتا ہے یہ زخم بھی بھر گیا دیکھتے ہی دیکھتے تین سال گزر گئے اس دوران عالیہ کی بڑی بہن صومیہ اور رقیہ ان پر شادی کے لیے دباؤ ڈالتی رہیں بلکہ صومیہ تو اپنے شوہر کے خالہ زاد بھائی اکبر کا رشتہ بھی لے آئی اکبر واپڈا میں انجینئر تھا عمر میں عالیہ سے پانچ برس ہی بڑا تھا شادی شدہ بھی نہیں تھا صورت و شکل کا بھی اچھا تھا اس کے بڑے بہن بھائی سب شادی شدہ تھے ایک وہی کنوارا تھا۔

اس بار سب نے ارادہ کر لیا تھا کہ عالیہ کی شادی کروا کے رہیں گے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے انیس سال کی عمر میں وہ دوبارہ دولہن بنیں اور اکبر کے گھر واپس ہو گئیں۔ اس بار پہلے کی طرح صبح ان کے ساتھ نہ کئی صومیہ نے اسے اپنے پاس ہی روک لیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے چار ماہ پر لگا کر اڑ گئے اس دوران صبح جل بن چھلکی کی طرح تڑپتی رہی میٹرک کے پیپر بھی جیسے تیسے کر کے دیے عالیہ اکبر کے ہمراہ اس سے ملنے آئیں تو اس کی اجڑی اجڑی صورت دیکھ کر تڑپ اٹھیں صبح بھی تو ان سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اکبر پریشان ہو گئے عالیہ نے تمام قصہ بتایا کہ صبح شروع سے ہی ان کے ساتھ رہی ہے اس لیے یہ حال ہے اکبر نے کہہ دیا کہ یہ اب بھی ہمارے ساتھ رہ سکتی ہے دوبارہ بعد کراچی ان کی پوسٹنگ ہونے والی تھی اس عرصہ میں صبح کا رزلٹ بھی آؤٹ ہو گیا تھا اکبر نے ہی کراچی کے ایک اچھے کالج میں اس کا داخلہ بھی کروادیا اور وہ یہاں چلے آئے۔

صبح نے باقاعدہ طور پر ابھی کالج جانا شروع نہیں کیا تھا کیونکہ کالج سز شروع نہیں ہوئی تھیں کہ شروع کے دو تین ہفتے اکبر اپنے ایک دوست کے گھر رہتے تھے پھر انہوں نے یہاں کالونی میں گھر دیکھ کر چلنے کی تیاری کرنے کو کہا عالیہ اور اسے دونوں کو ہی گھر پسند آیا تھا پھر پوش اریا تھا اب تو حمہ کی وجہ سے صبح کی

خوشی اور بھی بڑھ گئی تھی۔
”پھوپھو میں حمہ کی طرح جاری ہوں۔“ نہیں بتا کر وہ اس کی طرف آنٹی بٹل بجانے پر سنی نمودار ہوا اور فوراً ”حمہ کو بتانے کے لیے بھاگا کیونکہ اس کی بیان کی گئی تعریف میں صبح خاص الخاص ہستی تھی وہ بھاگتی ہوئی باہر نکلی تھی۔

”رے صبح تم! میں تو پرسوں سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں آج آئی ہو تم۔“

وہ چاہت بھری خفگی سے بولی اتنے میں زونیر اور سنی بھی اس کے برابر کھڑے ہو گئے تھے۔

”ہیلو یگ بوائے۔“ وہ ان کی طرف گھوم کر بے تکلفی سے بولی۔

”آئی ایم فائن یگ گرل۔“ زونی نے اس کے اشارے میں کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہماری دوستی ہو سکتی ہے۔“ وہ پر خیال نظموں سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

”ٹھیک ہے۔“ سنی اور زونی نے مشترکہ نعرہ لگایا اور اس کے ہاتھوں پر ہاتھ مارا۔

”آپ کو کائیٹ اڑانا آتا ہے۔“ سنی بوجھ رہا تھا۔

”ارے مجھے کیا نہیں کرنا آتا میں جیک آف تل دی ٹریڈرز ہوں چنگ اڑانا کرکٹ کھیلنا گلی ڈیڑا“

سائیکل چلانا ریسنگ کرنا کرائے کھیلنا سب میں پرفیکٹ ہوں میں۔“ وہ ایک ہی سانس میں بتاتی ہوئی گئی۔

”واؤ امیزنگ۔“ زونی نے آنکھیں پھیلائیں۔

حمہ نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا زونی اور سنی اس کے پاس ہی تھے البتہ حمہ چلی گئی تھی۔

”زونی سنی حمہ کہاں ہو بھی تم سب لوگ۔“ کسی مرد کی آواز آرہی تھی قدموں کی چاپ سے لگ رہا تھا وہ اسی طرف آ رہا ہے دروازے پر وہ رگ گیا تھا۔

”آئیں میں چاچو یہ حمہ کی فریڈ ہے۔“ زونی بھا

تمیز سے بتا رہا تھا بڑی بارعب سی شخصیت تھی اس کی صبح نے صحت سلام جھاڑا۔

”ہوں ٹھیک ہے بیٹھیں آپ لوگ میں بیچ کر کے آتا ہوں۔“ وہ واپس ہو گیا۔

"یہ میرے چاچو تھے ذکاء الرب آفریدی۔" سنی نے بڑے فخر سے تعارف کرایا۔
 حمزہ چائے کے ساتھ دیگر لوازمات سے بھری ٹرالی لیے اندر داخل ہوئی زونی اپنے چاچو کو بھی بلا کر لے آیا تھا حمزہ انہیں صباح کے بارے میں بتا رہی تھی۔
 "چاچو یہ میرے کالج میں ہی پڑھتی ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ فرسٹ ایئر میں ہے۔" وہ اپنے تئیں اسے اطلاع دے رہی تھی۔
 "پہلو اچھا ہے تمہیں دوست مل گئی۔" آفریدی کے لبوں پر ہل بھر کے لیے مسکراہٹ چمکی جتنی دیر وہ بیٹھا رہا صباح بڑی مودب بنی رہی اس کے جاتے ہی وہ اپنے اصل رنگ میں آگئی۔ سنی زونی اور حمزہ بھی فارم میں آچکے تھے سنی کباب کی پلیٹ جمپٹ رہا تھا تو زونی کی نظر ٹیک پر بھی اور حمزہ چکن پیسٹو لینے کی فکر میں تھی صباح کو یہ خالص بے تکلف گھریلو چھینا بھیجی بڑی پسند آئی وہ بھی اس میں شریک ہو گئی۔

"اے زونی، سنی چینگ ازاؤ گے۔" وہ تیسری کی دیوار سے لٹکی پکار رہی تھی اور وہ دونوں آپس میں ہنستی کر رہے تھے اس کی آواز سن کر متوجہ ہو گئے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔
 "تو میرے گیت پر آجاؤ۔" اس نے دعوت دی۔
 اوپر چھت پر پانچ چھ چھٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ "یہ سب میں سے کوئی ہیں۔" وہ فخر سے بتا رہی تھی۔
 "چلو یہ تمہاری اور یہ تمہاری ہے۔" اس نے دونوں کو ایک ایک دی۔

"گھر چلتے آزاؤ نہیں آتی۔" سنی پریشان تھا۔
 "میں سگمائیوں کی ایسے کروا سے یہاں سے پکڑ کر کئی دہائیوں سے اونچا کر کے تمہیں دیتی ہوں۔"
 واقعی چند منٹ بعد چینگ اونچی ہواؤں میں اڑ رہی تھی سنی نے زور زور سے تالیاں بجا دیں۔ اتنے میں وہاں طرف سے تالی بجنے کی آواز آئی سامنے والی چھت پر ایک بنگ سالڑکا بڑی دلچسپی سے صباح کو چینگ بازی کے کرتباتے ہوئے دیکھ رہا تھا صباح نے پلٹ کر اسے منہ پڑا دیا۔

"صبح صباح کہاں ہو۔" اکبر انکل اسے ڈھونڈ رہے تھے وہ دیوار پر چڑھی حمزہ سے باتوں میں مصروف تھی جب بھی اس کا جی چاہتا وہ ملی کی طرح دیوار پر چڑھ جاتی اور پھر جو دونوں کی باتیں شروع ہوتی تو ختم ہونے کا نام نہ لیتیں۔

"میں جارہی ہوں انکل بلارہے ہیں۔" اس نے دیوار پر لٹکے پاؤں نیچے لٹکائے اور وہ زمین پر کودنے کی والی تھی کہ اکبر انکل نے اس کے قریب پہنچ کر اسے سہولت سے اتار لیا۔

"یہ کیا کر رہی ہو" اگر گر جاتیں کہیں چوٹ دھٹ لگ جاتی تو۔" اکبر انکل کے ہاتھ ابھی تک اس کے پہلو پر رکھے ہوئے تھے اسے عجیب سا محسوس ہوا۔

"انکل کچھ نہیں ہوتا میں تو دیواروں پر اترنے چڑھنے کی ماہر ہوں۔" وہ بازو ہٹا کر پیچھے ہو گئی تھی۔

"احتیاط بہتر ہے بہر حال یہ بتاؤ تمہارا دل تو لگ گیا ہے ناں اور اندر آؤ میں تمہاری پسندیدہ چیز لایا ہوں۔" انہوں نے ہاتھ میں تھا سے پیگزا اسے دکھائے۔
 "شود فریج فرائز۔" اس نے انداز دہلایا۔

"جی ہاں اور ساتھ تمہارے پسندیدہ فلیور کی آئس کریم ہے۔" انہوں نے مزید بتایا اتنے میں وہ کچن میں پہنچ چکے تھے۔

"پلیس نکالو ہری اپ۔" انہوں نے بیگ کھولا اور ساتھ ہی عالیہ کو بھی آواز دے ڈالی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے ابھی کچھ دیر پہلے ہی دوپہر کا کھانا کھایا ہے تم دونوں کھاؤ۔" وہ اندر سے ہی بولیں۔

"ہاں یہ میرے ہاتھ سے۔" انہوں نے مچلی کا پیس صباح کی طرف برعابا تو اسے منہ کھولنا ہی پڑا اس کے بعد بھی اکبر انکل وقفے وقفے سے اسے خود ہاتھوں سے کھلاتے رہے اور وہ دل ہی دل میں ان کے اس قدر التفات پر شرمندہ ہوتی رہی۔

اکبر کے ایک دوست کی بہن کی شادی تھی انہوں نے عالیہ اور صباح دونوں کو تیار ہونے کا کہا اور خود فون کرنے میں لگ گئے۔

دوست کی لڑکی۔ "اس نے مجھ کو سزا دے دی۔
میں بسو کر صاف کی طرح اپنے روبرو بیٹھ گیا۔

گزشتہ بندہ منٹ سے وہ آفریدی کا جائزہ لے رہی تھی آج پھنسی کا دن تھا وہ ان میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا وہ بڑی محویت سے اسے دیکھ رہی تھی آفریدی کی نظر

رات کے اس آئینہ
 فریاد آئینوں
 نگاہ کی چوری کو چاہے
 نہ ہو کیا کہ وہ اچھے
 بنے ہمارے تو نہ جا
 ے گناہ تھا صاف
 نہ ہو قہار عمر کی
 نہ ہو مالک مٹی سم کی
 نہ ہو سب کو نہ کیا
 نہ ہو جہاں سے اٹھے
 نہ ہو جہاں سے نہ ہو
 نہ ہو جہاں سے نہ ہو
 نہ ہو جہاں سے نہ ہو

وہیہ مرد تھا بس چہرے کی سختی نے عجیب سا وقار اور
گرہیں پیدا کر دیا تھا اس میں۔

”تمہارے چاچو نے اب تک شادی کیوں
نہیں کی۔“ وہ کمال ہمت سے یہ سوال لبوں پر لے ہی
آئی تھی۔

”پتہ نہیں صباغ لیکن میرا دل بھی چاہتا ہے چاچو
کی شادی ہو جانی چاہیے پر وہ تو شادی کا نام سنتے ہی
بھڑک اٹھتے ہیں سچ میں نے ان کے لیے بڑی پیاری
پیاری لڑکیاں دیکھی ہیں پر چاچو مانتے ہی نہیں ہیں
مثال کے طور پر ایک لڑکی اب بھی میرے سامنے
ہے۔“ تمہارے دیکھ رہی تھی۔

”یہ کیا کہہ رہی ہو۔“ دل کا چور پکڑنے پر وہ
گھبرا گئی۔

”صباغ کی بیٹی میں جان گئی ہوں میں برکھڑے
ہو کر گھنٹوں چاچو کو دیکھتا ہوں تم نے مجھے بتایا ہی نہیں سچ
میں نے چاچو کے لیے تمہاری جیسی لڑکی ہی پسند کرنی
تھی پر وہ تو پھر ہیں پھر۔“ وہ متاسف۔ مگر صباغ ہلکی
پھلکی ہو گئی تھی حمہ اس راز میں شریک ہو گئی تھی وہ
اسے آفریدی کا نام لے لے کر چھیڑتی تو کتنے
خوبصورت رنگ اس کے چہرے پر بکھر جاتے۔

آفریدی کی سالگرہ تھی حمہ سنی کے ساتھ اسے
مدعو کرنے آئی ورنہ اس سے پہلے کسی کو بھی چاچو کی
سالگرہ میں نہیں بلاتی تھی تبھی تو آفریدی اسے دیکھ کر
چونکا تھا آج وہ بڑے اہتمام سے تیار ہوئی تھی آفریدی
کو دیکھتے ہی حسب عادت وہ گھبرا گئی تھی۔

”ابھی برتھ ڈے ٹویو۔“ اس نے لرزتے ہاتھوں
سے گفٹ پیک آفریدی کی طرف بڑھا۔

”گڑیا اس کی کیا ضرورت تھی۔“ وہ طماننت سے
بولا۔

”میں گڑیا نہیں ہوں صباغ سے میرا نام۔“ وہ
اچانک برہم ہو گئی تھی آفریدی اس کے سرخ ہوتے
چہرے کو حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔

”لٹل گرل میں حمہ کو بھی پیار سے گڑیا کہتا ہوں
اور تم تو ہو ہی پیاری سی گڑیا نام بہت مناسب ہے۔“
وہ پہلی بار اس سے اتنی بے تکلفی سے بات کر رہا تھا۔

بارے میں کیا سوچتا کچھ دنوں سے صباغ کے خیالات
بڑے بدل چکے تھے بات بات میں وہ آفریدی کا ذکر نکال
کر لے آتی حمہ کی طرف اس کے چکر بھی بڑھ گئے
تھے اس کا نازک سادل عشق کے رموز و اسرار میں الجھ
ہوا تھا اپنی حالت کا کوئی جواز ہی سمجھ میں نہیں آتا تھا
وہ شعوری طور پر وہ آفریدی کی شخصیت سے متاثر ہو گئی
تھی۔

”کیا بات ہے کیا سوچا جا رہا ہے۔“ اپنے پیچھے اکبر
انکل کی آواز سن کر وہ اچھل پڑی۔

”کک کک کک۔“ وہ گھبرا گئی اکبر نے اس
کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگوں کو فوراً پہچان لیا۔
”موسم اچھا ہو رہا ہے ناں۔“ اس نے بات بدلنے
کی کوشش کی۔

”ہاں پڑوس کا موسم اچھا ہو رہا ہے۔“ اکبر کی
نظریں لان میں آتی حمہ پر جم گئی تھیں صباغ نے
دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھا۔

”شاید انکل کو پتہ چل گیا ہے۔“ وہ چپکے سے
کھسک گئی۔

رات کے اس آخری سپروہ بستر پر کروٹیں بدل رہی
تھی غیند آنکھوں سے روٹھ گئی تھی حمہ نے اس کی
نظروں کی چوری کو پکڑ لیا تھا پر اسے محسوس نہ ہونے
دیا تھا۔ دل چاہ رہا تھا پھوٹ پھوٹ کر روئے اگر کسی کو
خبر ہو جاتی کہ وہ اچھے خاصے پختہ عمر کے مرد میں دلچسپی
لینے لگی ہے تو نہ جانے سب کیا سوچتے آفریدی اس
سے کافی بڑا تھا صباغ نے تو عمر کے سولہویں سال میں
قدم رکھا تھا وہ عمر کی چوبیس بہاریں دیکھ چکا تھا اسے
کریدی لگ گئی تھی کہ اس نے اب تک شادی کیوں
نہیں کی ہے ورنہ یہ شخصیت تو ایسی تھی کہ ہزاروں کے
دل باتوں سے بھلے ہوں گے اس موضوع پر اس کی
حمہ سے کبھی بات نہیں ہوئی تھی آفریدی سے بات
کرنے کا سہالہ ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اس کی شخصیت
اتنی رعب دار تھی کہ سلام کے علاوہ اسے کسی بات کی
ہمت ہی نہیں ہوئی تھی اس کے چہرے کے نقش اور
تاثرات بڑے پھرے تھے مالا نک وہ بڑا ڈھنگ اور

"بٹ آئی ایم ناٹ چائلڈ آئی ایم سکسٹین ایئرڈ اولڈ۔" وہ تاراختی سے عمرتاری کی پہلی بار آفریدی نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا جوانی کی اولین بھاریں اس کے معصوم وجود پر دستک دے رہی تھیں۔
 "ٹھیک ہے آئندہ آپ کو گزیا نہیں کہوں گا۔" وہ بارہاں گیا ٹیک مکنے کے بعد وہ صرف حمد زونلی اور سنی کی خوشی کی وجہ سے بیٹھا رہا۔
 حمد کا مشورہ تھا کہ چاچو سے اظہار محبت کرنے کے لیے تحریر کا سہارا لیا جائے صبح مان گئی اور خط لکھ دیا اس کا خط ایسا ہی تھا جیسا ایک سولہ سالہ کم عمر لڑکی کا ہونا چاہیے مارے خوف کے اس نے نیچے اپنا نام ہی نہیں لکھا۔

تین خطوں کے بعد اسے یہ سلسلہ بہت چپ لگا حمد کی اطلاع کے مطابق "چاچو کھانا بھی معمول کے مطابق کھاتے ہیں راتوں کو مارے بھی نہیں گنتے ہیں ٹریجڈک سونگ بھی نہیں سنتے شیو بھی روزناتے۔"
 روپرو اظہار محبت کرنے کی تو اس میں سکت ہی نہیں تھی کئی دفعہ ارادہ کیا پر آفریدی پر نظر پڑتے ہی تمام ہمت پانی بن جاتی۔

عالیہ بچو بچو دیر کے کھانے کے بعد آرام کر رہی تھیں حمد آئی ہوئی تھی اور دونوں باتوں میں مصروف تھیں اتنے میں اکبر انکل بھی آگئے صبح کسی کام سے اٹھ کر باہر گئی تو وہ آکر اس کے پاس بیٹھ گئے حمد کی ان سے یہ پہلی باضابطہ ملاقات اور بات چیت تھی ویسے آتے جاتے نظر پڑ ہی جاتی تھی۔

"کون سی کلاس میں ہیں آپ۔" انہوں نے بغور اس کا جائزہ لیا۔

"بی فرسٹ ایئر میں۔" حمد کو ان کے انداز سے انجمن کی ہوئی یوں لگ رہا تھا کہ وہ اپنی نظموں سے اس کے جسم کے آر پار دیکھنا چاہتے ہیں جتنی دیر وہ وہاں بیٹھے رہتے اتنے نظموں سے توڑتے رہے جب صبح آئی تو اس نے شکر کا سانس لیا صوفے پر ایک طرف وہ دونوں تھیں اور دوسری طرف اکبر انکل تھے پھیل کر عجیب غیر مذہب سے انداز میں بیٹھے ہوئے بعد میں وہ بعد اصرار اسے ایک ایک چیز پیش کرتے

رہے بہر حال ان کا پہلا تاثر جو اس پر پڑا تھا کچھ اچھا نہیں تھا۔

آج صبح کے ساتھ چنگ اڑانے کے لیے اکبر انکل بھی تخت پر چڑھے ہوئے تھے ارد گرد کی چھوٹی پر بھی کالی لوگ اس مشغلے سے لطف اندوز ہو رہے تھے صبح نے حمد سمیت سنی اور زونلی کو بھی کتنا کھا تھا کہ تم لوگ بھی تو پر تینوں نے انکار کر دیا تھا کیونکہ آفریدی آج گھر پر تھے انہیں یہ سرگرمیاں کچھ خاص پسند نہیں تھیں۔ اب اکبر انکل اس کا ساتھ دینے کے لیے آگئے تھے عالیہ کو ان کی محبت دیکھ کر بڑی طمانیت محسوس ہوتی جب اکبر کے ساتھ ان کی شادی ہوئی تو وہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتی تھیں کہ جانے صبح کے ساتھ ان کا کیا سلوک ہو پر اکبر کی محبت و لگاؤ نے ان کے تمام خدشے رفع کر دیئے تھے وہ تو اس کے تمام اوٹ پٹانگ کھیلوں تک میں حصہ لیتے تھے اسے بازار لے جانا شاپنگ کرانا آتسکریم کھلانا چھوٹی موٹی تمام ضدیں وہ بڑی خوش اسلوبی سے پوری کر دے تھے۔

"بو کاٹا۔" صبح خوشی سے اچھلی اس نے سامنے والے لڑکے کی چنگ کاٹ دی تھی ارد گرد کی چھوٹی پر لڑکیاں بھی موجود تھیں۔

"سونٹھی ٹھیک طرح سے اڑاؤ ناں۔" اکبر اس کی پشت کے عین پیچھے کھڑے تھے انہوں نے ہاتھ بھسا کر ڈور اس سے لے لی تھی اس اثناء میں وہ اس کے خاصے قریب آگئے تھے اس کی چنگ حمد کے ٹیس کی رینگ میں جا ابھی وہ فوراً نیچے بھاگی اکبر انکل کی انتہائی قربت اسے بھول چکی تھی۔ حمد کا گیت کھلا ہوا تھا وہ بے دھڑک اندر داخل ہو گئی اس کا سانس پری طرح پھولا ہوا تھا اور وہیشہ لا پرواہی سے رسی پٹانگے میں لپٹا ہوا تھا سامنے سے آفریدی سیدھا ادھر ہی آیا تھا۔

"وہ مم مم میری کائیٹ اور پھنس گئی ہے۔" حسب معمول اس کی زبان لڑکھرائی۔
 "نہیں لا رہا ہوں۔" وہ خود ٹیس پر چڑھ کر رینگ میں چھسی چنگ لے آیا۔

شہزادے کی ضرورت نہیں ہے میرے دل کی سرزمین کو تو ایک شہزادہ پہلے ہی گھر کر چکا ہے۔" وہ آفریدی کے خیالوں میں ڈوبی ہوئی تھی اکبر انکل پر اسے بہت پیار آ رہا تھا۔
 "کتنے اچھے ہیں۔" وہ خود سے بولی۔

♥ ♥ ♥ ♥
 "ہزار لگ انٹھو کب تک سوتی رہو گی۔" اکبر انکل کی آواز پر اس نے سوئی ہوئی آنکھوں کو بمشکل کھولا وہ بیڈ پر اس کے قریب بیٹھ چکے تھے۔

"انٹھو ناں۔" وہ پیار سے اس کے بکھرے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگے اسے بے اختیار رعبان انکل یاد آ گئے وہ بھی اس کے بالوں میں ایسے ہی انگلیاں پھیرتے تھے جب عالیہ پھوپھو کی رعبان سے شادی ہوئی تو وہ چھ سات سال کی تھی رعبان سے بہت جلدی مانوس ہو گئی تھی۔ وہ اسے بالکل اپنے بچوں کی طرح پیار کرتے تھے۔ اپنے سینے پر لٹا کر اسے کہانیاں سناتے گود میں لے کر گھومتے اس کی اوٹ پٹانگ ضدیں پوری کرتے اکبر انکل بھی بہت اچھے تھے مگر وہ ان سے اب بھی کافی تکلف برتی تھی۔

"پھوپھو کہاں ہیں۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اکبر انکل کے ہاتھ اس کی کلائی پر تھے وہ دیرے دیرے اس کی سرمریں کلائی پر انگلیاں پھیر رہے تھے۔

"تمہاری ہیں۔" انہوں نے جواب دیا صبح نے لحاف برے کر دیا اس کی شلوار پنڈلی سے اوپر چڑھی ہوئی تھی اکبر انکل ادھر ہی دیکھ رہے تھے اس نے جھینپ کر پانی پیچے پیچے کیا اور بیڈ سے اتری۔

"سنو وہ تمہاری دوست کافی دنوں سے نہیں آئی ہے۔" وہ پوچھ رہے تھے۔
 "پتہ نہیں کیوں انکل۔" وہ جواب دے کر واش روم میں گھس گئی۔

♥ ♥ ♥ ♥
 "صبح تمہارے انکل کچھ عجیب سے نہیں ہیں۔" خمد نے لفٹا کہنے سے خود کو بمشکل روکا کیونکہ صبح ان کی محبت اور حسن سلوک کے پورے گن گالی

"یہ دوپٹہ غالباً سر پر لینے کے لیے ہوتا ہے۔" اس نے چنگ واپس کرتے ہوئے اسے کافی سخت نظروں سے دیکھا تھا وہ جہاں بھی وہیں کھڑی رہ گئی اپنے حلیے کی طرف سے وہ عموماً "لا پرواہی" رہتی تھی عالیہ نے بھی کبھی نہیں ٹوکا تھا رہا دوپٹہ تو وہ اب کالج میں آکر لینے لگی تھی جو عام طور پر اس کے گلے میں ہی رہتا تھا ورنہ اسکول لائف میں تو اس نے دوپٹہ کبھی نہیں لیا تھا یہ شوق بھی اسے خمد کو دیکھ کر ہوا تھا وہ بڑے اہتمام سے کلف اور ابق لگے دوپٹے اوڑھا کرتی تھی۔ اب جو آفریدی نے ٹوکا تو اسے بہت شرمندگی ہوئی۔

♥ ♥ ♥ ♥
 اکبر انکل اس کے لیے بازار سے کپڑے لائے تھے اور فوراً "آرڈر دیا تھا کہ ابھی پہن کر دکھاؤ عالیہ پھوپھو نے بھی کہا کہ اپنے انکل کی خواہش پوری کرو۔ وہ کپڑے کا پیکٹ لے کر کمرے میں چلی گئی تھی بہت خوبصورت فخر کا لباس تھا تراش خراش جدید انداز میں کی گئی تھی اس نے پہن کر خود کو آئینے میں دیکھا باقی سب تو ٹھیک تھا بس شرٹ انتہائی فٹ تھی یوں لگ رہا تھا کہ جیسے جسم کے ساتھ رکھ کر سلائی کی گئی ہے۔ بہر حال وہ پہن کر باہر آگئی عالیہ شاید ہاتھ روم میں تھیں اکبر انکل اکیلے بیٹھے تھے۔

"ارے واؤ سوئی بہت زبردست پر سامنے سے یہ دوپٹہ تو بناؤ۔" ان کی نگاہوں میں مخصوص سی چمک تھی۔

"تمہارا فکر آئندہ چند برسوں میں قیامت ہوگا قیامت" ارے عالیہ باہر تو آؤ دیکھو تو اپنی صبح کتنی پیاری لگ رہی ہے۔"

صبح جو ان کے پہلے فقرے پر عجیب سا محسوس کر رہی تھی عالیہ کو پکارنے پر اس احساس سے باہر نکل آئی۔

"اپنی صبا تو شہزادی ہے اس کے لیے کوئی شہزادہ ہی تلاش کرنا پڑے گا کیوں عالیہ۔"

اب وہ عالیہ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے وہ شرما کر بھاگ آئی بل جاپا ان سے کہنے لگی تھی "مجھے کسی اور

کے لیے اکبر
 زہور سے
 کتنا کھا
 تھا کیونکہ
 کچھ خاص
 ساتھ دیتے
 کچھ کر رہی
 ان کی شادی
 کہ جانے
 محبت دلو
 تو اس کے
 تھے اسے
 صوفی مٹی
 کر رہے
 نے سامنے
 چھتوں پر
 اس کی
 پوچھا کہ
 اس کے
 نیرس کی
 انکل کی
 کھلا ہوا
 اس کی
 بتا کے
 مری آتا
 جب
 رہا

کیا جس قدر
 ہوا لے سے
 ہلنے سے فوجوں
 کے گھر
 سے لے
 نوٹ کیا ورنہ
 نوک خیر
 لا کھڑا
 جو کام
 رے اکبر
 نہیں لگا
 اس نے
 آئی۔
 کی طرف
 کسی طرف
 شاید
 ساری
 کر دو
 کی تو
 انہوں نے
 کی نظر
 اسی وقت
 ہوئی
 سانس
 وہ ابھی
 خرے
 مردہ کی
 تھی۔

کے گھر پہنچ کر
سے لپٹی ہوئی
نوٹ کا دیا ورنہ اس
ل نوک خیم

یہ لڑکھرائید
جو کام میں
رے اکبر انگر
نہیں لگا ہے
اس نے فرما

کی طرف سے
کی طرف سے

ساری

... کر دے گی۔
ش کی تولد

انہوں نے
اس کی نظر
کہ اسی دن
ش ہوئی

نہا سلسلہ
شہزادہ ابھی
ضرر سے
آزاد رہے گا



ہوں وہ مجھ سے اپنے گھنیا جذبات کی تسکین طلبے گی۔
میرے کمرے میں خود ہی دوڑ لے کر آئی اور کہنے لگی
کہ پھوپھو سو چکی ہیں آ میں ہم دونوں۔۔۔ اس سے
پہلے کہ اکبر بات مکمل کرتے تو ریچ پڑی۔
”خیر ہم یہ سب سنا رہے ہیں۔“

”میں نہیں بھڑک رہا تھا۔ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔“
 ”چپ کر بے حیا لڑکی جب میں نے انکار کیا اور
 عالیہ کو بلانے کی دھمکی دی تو اس نے سارا گناہ میرے
 سر تھوپنے کے لیے تمہیں آواز دے ڈالی تاکہ مجھے
 مجرم ثابت کر سکے۔“ انہوں نے اس کی بات کاٹ کر
 فق ہوتی عالیہ کو تفصیل بتائی۔

”عالیہ پھوپھو یہ جھوٹ کہہ رہے ہیں میں۔ میں تو اس سے پہلے کہ اس کی بات پوری ہوئی شازیہ نے دو طمانچے اس کے رخساروں پر لگائے۔

۴۔ اتنے مقدس رشتے کی توہین کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئی۔ "عالیہ بھی ہوش میں آئی تھیں۔ وہ اسے لگاتار بیٹھے جا رہی تھیں۔

”قسم خدا کی میں تو اسے اپنی بیٹی سمجھتا تھا ہر
فرمائش پوری کرتا تھا اس کے لیے کیا کچھ سوچ رکھتا تھا
کہ اس کی شادی کسی اچھی جگہ کروں گا اور یہ۔۔۔ یہ
تو کسی کو بھی نہیں بخشتی اپنا پڑوسی ہے ہاں آفریدی ہاں
کے ساتھ بھی چکر ہے اپنی صلیح بی بی کا۔“ لیوں۔
خباثت بھری طنزیہ مسکراہٹ سجائے وہ بتا رہے تھے
جب عالیہ اسے مار مار کر تھک گئیں تو بندہ حال سے
انداز میں بیٹھ گئیں۔

”نکل اس گھر سے میرے بھائی کا گھر پرلا کر دیا ہے
اب ایک منٹ بھی میں تمہیں اس گھر میں برداشت
نہیں کر سکتی نکل جا اپنے اس یار کے ساتھ جس کے
ساتھ آنکھیں لڑا رکھی ہیں۔“ شازیہ نے اس کے ہل
پکڑ کر جھٹکا دیا اور باہر کی طرف دھکا دیا عالیہ اور اکبر
خاموشی سے تمام کارروائی دیکھ رہے تھے شازیہ اسے
مارتے مارتے نیچے اتار کر لے گئیں۔ اور اسے گیٹ
سے نکال کر گیسٹ ہند کر دیا۔

”توبہ تو کیا نمانہ آگیا ہے قیامت کی نشانیاں ہیں
اس کیفیت کو ذرا بھی خوف خدا نہیں۔“ سنازیہ اپنے
مکمل چہیتی اندر آگئیں۔

[illegible]

وہ تمام رات میٹ سے کھلی بیٹھی رہی ایسے لگ رہا تھا اس غلاب بھری رات کا کبھی اختتام نہیں ہو گا عالیہ نے تو اس کی بات سنی ہی نہیں تھی رو رو کر آنسو بھی ختم ہو چکے تھے جب موذن نے مسجد میں پہلی اذان دی تو اسے ہوش آیا کہ اس کے ساتھ کیا کچھ ہو چکا ہے اکبر نے اسے اپنی کینٹ کی بجائے چڑھادیا تھا اور عالیہ نے بھی اسے ہی گناہ گار ٹھہرایا تھا۔

بے جان قدموں کو بمشکل کھینچتی وہ ساتھ والے میٹ کی طرف بڑھی چونکہ وہ نہیں تھا شاید وہ چھٹی پر تھا اس نے زور زور سے میٹ دھڑکھڑایا اور لگا تار تیل بجائی چلی گئی وہ نہ جانے کس عالم خواب میں تھی کہ

میٹ ٹھکنے پر بھی تیل بجائی رہی آفریدی غصے میں ابلتا ہوا باہر نکلا لیمپ پوسٹ کی روشنی میں وہ نظر آ رہی تھی۔

”صبح تم اس وقت“ اس نے ریڈم ڈائل والی دست داج سامنے کی ساڑھے چار بج رہے تھے۔

”او اندر۔“ آفریدی نے گیٹ بند کیا اس کے پیچھے پیچھے وہ روٹ کی طرح چل رہی تھی۔ آفریدی نے لاؤنج کی لائٹ جلا لی۔

”کیا ہوا کزیا اتنی صبح تم اس حال میں۔“ اس نے اب غور سے اسے دیکھا دیشہ غائب پاؤں میں جوتی نہ ارد ویران چہرہ روئی روئی آنکھیں پھر اس کا کھویا کھویا انداز اسے انجان سا خندہ ہوا۔

”کیا ہوا ہے؟“ آفریدی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا وہ ٹوٹی شاخ کی طرح اس کے سینے سے آگئی۔

”اکبر انٹل ہنڈ ہنڈ پھوپھو مم۔ مم نے کچھ نہیں کیا سس سس سب جموت بول رہے ہیں۔“ آفریدی نے روئے ہوئے وہ بے ربط الفاظ بول رہی تھی۔ آفریدی اور زہنی کے کچھ ایسے ہوئے چہرے دروازے میں نمودار ہوئے آفریدی کے سینے سے لپٹی وہ صائیں مار مار کر رو رہی تھی۔ اس نے نرمی سے اسے خود سے الٹ کر تپا پاپا پر وہ اور بھی شدت سے اس سے لپٹ گئی۔

”آپ مجھ سے شادی کر لیں پلیز آپ مجھ سے شادی کر لیں۔“ وہ روئے ہوئے تکرار کر رہی تھی۔

تھی وہ مضبوط اعصاب رکھنے والا بلا تو قار سا مو کھیرا اس نے بمشکل اسے خود سے الٹ کیا اب وہ محمد سے لپٹی رو رہی تھی۔ ابھی تک ان کی سمجھ میں نہیں کیا تھا کہ بات کیا ہے؟

”صبح آخر بتاؤ تو بات کیا ہے؟“ اس نے چرا اونچا کرنا چاہا صبح سسکیوں اور پچکیوں کے دوران تمام داستان دہرائی چلی گئی حمید کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا جب کہ آفریدی کی پیشانی پر شکنوں کا جال سا بن گیا تھا۔

”حمید تم اسے کچھ کھلاؤ پلاؤ میں کچھ کرتا ہوں۔“

اسے ہدایات دے کر وہ باہر چلا گیا۔ سورج پوری طرح طلوع ہو چکا تھا وہ یونہی اسی پوزیشن میں کارپٹ پر بیٹھی ہوئی تھی سنی اور زہنی بھی خاموش خاموش تھے ناشتا کر کے وہ دونوں اسکول چلے گئے تو حمید اس کے لیے ناشتالائی اس کی منتوں کے باوجود اس نے کھانے کو ہاتھ تک نہیں لگایا آفریدی وہیں چلا آیا۔

”اٹھو حمید میرے ساتھ چلو۔“ وہ میکا کی انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

”گزیا تم آرام کرو میں جا کے بات کرتا ہوں ڈونٹ وری۔“ اس نے اپنا بھاری ہاتھ صبح کے سر پر رکھا اسے روک بھی نہ سکی دل خوش قسم کو آسرا سا تھا کہ شاید پھوپھو اسے بے گناہ تصور کر لیں وہ دونوں طے گئے صبح سے دوپہر اور دوپہر سے شام بھی ہو گئی ان کی موجودگی کے آثار ہی نہیں تھے اس کا دل طرح طرح کے اندیشوں سے لرزنے لگا اور یہ اندیشے سچ ثابت ہوئے واپسی پر ان دونوں کے چہرے دیکھ کر لگا کہ کوئی طوفان آ کے گزرا ہے جو اپنے نشان چھوڑ گیا ہے آفریدی کے چہرے کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی خون رنگ ہو رہی تھیں حمید بھی غصے میں تھی۔

”مجھے بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے۔“ آفریدی کے ہٹے ہی اس نے پوچھا۔

”یہ پوچھو کیا نہیں ہوا ہے تمہارے وہ اکبر انٹل اور شازیہ صاحبہ ایسے ایسے رکیک الزامات لگا رہے تھے کہ ایمان انہوں نے فون کر کے تمہاری مدد

پھوپھوں کو بھی بلوایا ہے اور تمہارے خیال میں بھی فون کر دیا ہے انہوں نے تو چاچو کو بھی نہیں بخشا ہم تو تمہاری بھلائی کے لیے گئے تھے یہ وہ لوگ اتنی گھٹیا باتیں کر رہے تھے کہ اللہ تو مجھے تو پہلی نظر میں ہی آوی گھٹیا اور ذلیل لگا تھا ایسے دیکھ رہا تھا جیسے سالم نکل لے گا دل چاہتا ہے شوٹ کروں اسے۔

وہ بھڑاس نکال رہی تھی۔ آفریدی نے اسے بلوایا تھا وہ مرے مرے قدموں سے اندر داخل ہوئی تو وہ سگریٹ پھونک رہا تھا سامنے رکھی الٹش ٹرے سگریٹ کے ٹوٹوں سے بھری ہوئی تھی۔

”آؤ بیٹھو۔“ آفریدی نے سگریٹ مسل دی۔

”میں نے ان لوگوں سے بات کی ہے بہت سمجھایا پر وہ تمہیں رکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں تمہاری دونوں پھوپھیاں بھی وہیں تھیں وہ بھی تمہیں تصور وار گردان رہی ہیں اب بتاؤ میں کیا کروں تمہیں کہاں رکھوں اور مجھے ایک بات بتاؤ کیا سچ بچ ایسا ہوا ہے جیسا اکبر صاحب فرما رہے تھے۔“ انہوں نے عکبری نظر سے اس کا چہرہ جانچا۔

”آپ آپ شک کر رہے ہیں مجھ پر میں اتنی گھٹیا نہیں ہوں میں تو سمجھتی تھی کہ انکل واقعی بیٹیوں کی طرف سے چاہتے ہیں پر مجھے کیا پتہ وہ انسان نہیں شیطان ہیں ان کی نوازشات کو میں محبت سمجھتی رہی تھی کیا پتہ اس چہرے کے پیچھے بھیریا چھپا ہوا ہے۔“

”اپنا اپنا ٹھیک سے مجھے پتہ چل گیا ہے تم سچی ہو۔ اب یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ تمہاری دوھیال تو تمہیں رکنے کو تیار نہیں ہے تمہارے ماموں اور خالائیں بھی تو ہیں مجھے ان کے ایڈریس اور فون نمبر دو میں ان سے رابطہ کرتا ہوں کہ آکر تمہیں لے جاؤں۔“

”میں پڑوسی کی دباں میں سب کی نظروں سے تو میں دیتے ہی کر رہی ہوں باقی ماندہ کسروباں جا کر نہیں بھوات پڑتی ہیں کسی دارالامان چلی جاؤں گی آپ زمت نہ کریں۔“ وہ روئی ہوئی بھاگ گئی محض ایک منٹ میں انتخاب آلیا تھا اس کی معصوم دے

خطا ذات گناہوں کی زد میں آئی تھی۔

ڈانگ ٹھیل۔ وہ سب بیٹھے خاموشی سے کھا کھا رہے تھے بلکہ گھا کیا رہے تھے جب کہ رے تھے اچانک خمد کی تواز اس خاموشی کے ظلم کو ٹوڑنے میں کامیاب ہوئی۔

”چاچو پلیز آپ صبح سے شادی کر لیں میں اسے ہرگز نہیں جانے دوں گی پلیز چاچو۔“ وہ چیرے اٹھ کر آفریدی کے پیچھے کھڑی ہو گئی تھی۔

”سمجھ جاؤ تم یہاں سے لگتا ہے ہوش و حواس میں نہیں ہو تم۔“ آفریدی نے اسے ڈانٹا۔

”میں بالکل ہوش میں ہوں شادی تو آپ کو کرنی ہی ہے تو پھر ابھی کیوں نہیں۔“ وہ بالکل پرسکون تھی۔

”ہاں چاچو آپ کو آئی سے شادی کرنی ہی ہوگی۔“ سنی اور زونیر بھی خم ٹھونک کر میدان میں اتر آئے تھے۔

صبح دم بخود انہیں دیکھے جا رہی تھی آفریدی نے انہیں ڈانٹا تو تینوں زور زور سے رونے لگے وہاں سے اٹھ آئی۔

رات گئے وہ تینوں صبح کے پاس اس کے کمرے میں آئے تو تینوں کے چہرے رخ مندی کی روشنی سے دمک رہے تھے۔

”صبح چاچو مان گئے ہیں اب کتنا مڑا آئے گا تم دلہن بنو گی اور چاچو دولہا۔“ وہ بہت پر جوش ہو رہی تھی سنی اور زونیر ٹھیل بجا بجا کر گانے گارہے تھے انٹنڈ سے سندس بھی آ رہی تھی وہ سب بے انتہا خوش تھے ان سب کے ساتھ صبح کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا کیا دعاؤں میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ یوں اچانک قبولیت کی سند پالیں کیا جذبے اس طرح بھی اپنا آپ منوالیتے ہیں۔

آفریدی جو اسے ناقابل رسائی لگتا تھا بیٹھ کے لیے اس کا بننے والا تھا۔ بے انتہا مردانگی کا حامل مضبوط سایہ شخص اس کی قسمت کا درخشندہ ستارہ بنے جا رہا تھا اسے یہ سب خواب سالک رہا تھا آفریدی جو اسے امیچور لڑکی سمجھ کر ٹریٹ کرتا تھا وہ کیسے مان گیا تھا وہ تو بہت بلندی پر تھا پھر نیچے کیسے جھک آیا۔ وہ جاگتے

ہوئے بھی اس کے خواب دیکھتی تھی اب سچ سچ وہ
حقیقت کے روپ میں سامنے تھا اس کا جس نہیں چل
رہا تھا وہ نہ جانے کیا کر ڈالتی۔
مگر میں مسمان جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔
سندس بہت شارٹ نوٹس پر آرہی تھی وہ بھی شادی
سے صرف دو دن پہلے اس دوران آفریدی کے
دوست کی بیگمات اور رشتہ دار خواتین بہت کام آپس
شادی کی تمام شایگ ان کے ذمے بھی حمہ میں اتنی
سمجھ بوجھ ہی نہیں تھی اور نہ اتنی عمر تھی کہ ایسے ذمہ
داری والے کام کر سکتی اور نہ کئی صبح تو اس کی شادی
بورہی تھی حمہ نے اسے ہر کام کرنے سے منع کر دیا تھا
ویسے بھی وہ کچھ نہیں کرتی تھی اب مزے آئے ہوئے
تھے تینوں وقت ناشتا کھانا کمرے میں ملتا تھا۔

حمہ کی خالہ گھر کی صفائیاں کروا رہی تھیں بڑی خالہ
جوڑے ٹانگ رہی تھیں چند دوسری خواتین بازاروں
کے چکر لگا رہی تھیں۔ سب رشتہ دار معترض تھے کہ
لڑکی آفریدی کے گھر شادی سے پہلے کیوں سے اب
صبح یا حمہ کو ہرگز یہ خبر نہ تھی کہ آفریدی نے کیا کہہ
کر سب کو مطمئن کیا ہے صبح تو ممکن تھی حمہ کو چاچو
کی شادی کی خوشی نے بے حال کیا ہوا تھا اس کی توجہ
کیسے اس طرف ہوتی دونوں ویسے بھی کم عمر تھیں حمہ
کاؤنٹن تو پھر بھی سمجھ داری کی بات سوچ لیتا تھا صبح
بالکل مفرح تھی اسے بالکل پتہ نہیں تھا کہ خواتین میں
کیا چیز پک رہی ہے۔ خالہ کے بہت زیادہ کریدنے
پر حمہ کے منہ سے سچ بھل ہی گیا۔

"مائے ایسی لڑکی آفریدی کے پٹے بندھ رہی ہے
اور تم ایسی بیچتی ہو کہ خود زور دے کر اسے شادی
پر آمادہ کیا یا نام مرگتے تھے جو تم نے ہمیں بھی اطلاع
دینے کی زحمت نہ کی ایسا ہیرے جیسا شخاف اور کھرا
مرد اور یہ لڑکی۔"

خالی خالہ تارفت سے ہاتھ مل رہی تھیں جبکہ حمہ
دم بخود انہیں دیکھتے جا رہی تھی اس کی قتل میں کوئی
اور بات آئی یا نہ آئی ہو پر ایسی لڑکی سے خالہ کی کیا مراد
سب دیا تھی طس جان پٹی تھی۔

"خالہ وہ بے گناہ ہے اور چاچو اتنے عرصے بعد

مشکل سے شادی کے لیے مانے ہیں آپ ہماری خوشی
کا دھیان کریں۔" حمہ رونے لگی تھی محض خالہ کو
اس کی پڑ گئی لپک کر اسے گلے لگایا۔
"اس میں اتنی ناز انگلی کی کیا بات ہے سچ ہی تو کہہ
رہی ہوں میں۔" اسے سلاتے سلاتے انہوں نے
پھر تیرہ چھوڑا۔

رات تک یہ خبر بڑی خالہ تک بھی پہنچ گئی انہوں
نے حمہ کے خوب لٹے لیے نیکی کر کے وہ مشکل میں
پھنس گئی تھی انہیں حمہ زونیر اور سنی کی فکر ہو رہی
تھی کہ صبح شادی کے بعد آفریدی کو اپنے بس میں
کر لے گی اور ان تینوں کو دودھ میں سے کھسی کی طرح
نکال کر پھینک دے گی کم بخت بڑی خوبصورت بھی تو
تھی اور آفریدی سے کم عمر لہذا انہیں فکر ہونی ہی
تھی۔

"خالہ آپ تو بس خواہ مخواہ ہی پریشان ہو رہی
ہیں۔" حمہ کو خفگی چھائی نہیں آتی تھی۔
"اب آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہیں کسی اور کو یہ
کہانی سنانے مت بیٹھ جائے گا۔" اس نے ہاتھ
جوڑے۔

"اے لو ہم تو تمہارے بھلے کی بات کر رہے ہیں
اتنا بڑا آفسر ہے آفریدی اور کہاں وہ لڑکی پھر اس نے جو
گل کھلایا ہے مجھے تم اس کی پھوپھی کے پاس تولے
چلو۔" بڑی خالہ غصے میں تھیں۔

"صبح کے یہاں آنے کے تین دن بعد میں نے
ٹرک پر سامان جاتے دیکھا تھا وہ لوگ چلے گئے ہیں
خدا را اب صبح سے یہ ذکر مت کیجئے گا وہ بہت حساس
ہے ڈی شرب ہو جائے گی۔" وہ منت سے انہیں دیکھ
رہی تھی۔

"لگتا ہے کہ خاص بات ہے کچھ نہ کچھ ہوا ضرور
ہے۔" حمہ کے جانے کے بعد دونوں بہنوں نے
پر خیال انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

صبح باپوں بیٹھ چکی تھی سندس بھی انگلیٹھ سے
آج پچنی تھی وہ بھی شادی سے پہلے صبح کی یہاں
موجودگی پر حیران تھی آفریدی نے ایک طرف لے
جا کر تمام قصہ اسے بتا دیا تھا وہ پر سکون ہو گئی تھی اسے

کوئی اعتراض نہیں تھا صبح ویسے بھی اسے پسند آتی تھی۔

سندس کی دو بیٹیاں بیٹی اور نمرہ بھی ساتھ آئی تھیں ماموں کی دلن دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی تھیں صبح ان کی ہم عمری تھی۔ خوب سمجھل مل گئی تھیں ان کے ساتھ اب صرف کل کاروبار ہی تھا یعنی نمرہ، حمد و دونوں خالائیں سندس اور سب شاپنگ کے لیے گئے تھے گھر میں صبح ہی تھی سنی سو رہا تھا زونیر مئے ہوئے تھے گھر گیا ہوا تھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے تھک اپنے دوست کے ہر کام کرنے سے منع کیا ہوا تھا

بس کمرے میں ہی ہر چیز دستیاب ہو جاتی۔ کل سے وہ کمرے سے باہر نہیں آئی تھی ان کے شاپنگ پر جانے کے بعد وہ خود کو آزاد محسوس کر رہی تھی باہر آئی تو دھیان نہ جانے کیوں ساتھ والے بنگلے کی طرف چلا گیا وہ اندر سے کرسی اٹھا کر لے آئی اور دیوار کے ساتھ رکھی فی الحال کسی کے آنے کا امکان نہیں تھا اس نے اوپر چڑھ کر دوسری طرف جھانکا برآمدہ سنسان پڑا ہوا تھا لان میں سے لان چیریز اور نیل غائب کئے غائب کیا ریوں میں لگے پودے سوکھے ہوئے تھے اس نے غور سے دیکھا تو سامنے والے دو کمروں میں تالے لگے ہوئے تھے اس کا دل انجانے اندیشوں سے لرزا بنا سوچے سمجھے وہ دوسری طرف چھاٹنگ مار کر اتر گئی برآمدے سے گزر کر وہ اندر والے دروازے کی طرف بڑھی اور اندر کے دروازے کو دھکیلا وہ لاکھ تھا باقی کمروں کے دروازے بھی لاک تھے نہ فرائینگ روم کا لاک خراب تھا عالیہ پھوپھو نے اکبر انش کو کتنی بار ان کی ست روی پر ٹوکا تھا کہ اس خیم کو وائیں وہ ہر بار ٹال جاتے وہ ڈرائینگ روم کی طرف مڑی اور لاک پر ہاتھ رکھا دروازہ کھلتا پڑا۔ لہذا خالی پڑا ہوا تھا جیسے چور تمام اسباب سمیٹ لے گئے ہوں۔

نیل زونیر نے کراستہ بات سمجھ میں نہیں آئی خال لہذا وہ لڑنے لگی سمجھ میں آگئی گویا وہ لوگ مکان چھوڑ گئے تھے۔ وہ بنگلے فرش پر بیٹھ کر رہنے لگی۔

ان سے غائبانہ شکوہ کر رہی تھی پونہی روتے چلتے اور کڑھتے کافی وقت گزر گیا دروازہ دھکم سے ہوا کے زور سے بند ہوا تو وہ چونکی اور ڈرتے ڈرتے باہر نکلی دھوپ کی شدت میں کافی کمی آگئی تھی اسے اب وقت گزرنے کا احساس ہوا انجانے خوف سے دل دھک دھک کرنے لگا وہ دو ڈکر برآمدہ عبور کر کے دیوار کے پاس آئی اور پٹی کی طرح چڑھ گئی اس سے پہلے کہ وہ دوسری طرف اترتی اس کی نگاہ دیوار کے قریب کھڑے آفریدی پر پڑی وہ شعلہ یار نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا اس کا یونیفارم ہمارا تھا کہ وہ ابھی ابھی واپس آیا ہے وہ وہیں دیوار پر ساکت ہو گئی تھی۔

”نیچے اترو۔“ اس کی آواز پر وہ ہوش میں آئی اور اندھا دھند چھاٹنگ ماری شکر تھا کہ اسے چوٹ نہیں لگی۔

”کیوں گئی تھیں وہاں۔“ آفریدی کا لہجہ بہت سخت تھا وہ خاموش رہی۔

”وہ لوگ جب تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے تو تم کیوں گئیں تمہیں شاید پتہ نہیں ہے تمہاری پھوپھو گھر چھوڑ کر چند دن پہلے ہی جا چکی ہیں اگر ایسے میں تمہیں کوئی اوریوں اس طرح ادھر جاتے دیکھ لیتا تو جانتی ہو کیا ہوتا؟“ وہ اسے خوفناک نظروں سے گھور رہا تھا۔

”نہیں۔“ اس کا سر نفی میں ہلا۔

”تو وہ الزام جو تم پر لگایا گیا ہے وہ سچ ثابت ہو جاتا۔“ وہ کڑک کر بولا تو صاحب کا سر جھک گیا اسے ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اس کی شعلہ فشاں آنکھوں کا سامنا کر لی۔

”اچھا انھوں نے اور مجھے کھانا لاکر دیا۔“ وہ اسے حکم دے کر اندر چلا گیا یہ پہلا موقع تھا جب آفریدی نے اسے کوئی کام کہا تھا صبح کے چہرے پر کتنی ہی خوبصورت رنگ بکھر گئے تھے جیسے اس نے کوئی انتہائی پیار بھری بات کہہ دی ہے۔

خانساں بولی پکا کر ہاٹ پاٹ میں رکھ گیا تھا آفریدی تازہ بولی کھانے کا عادی تھا ادھر کر کر مریلی تو بے سے اترتی اور آفریدی کو پیش کی جاتی شام کو وہ

ناراضی خور

ناراضی خور

ناراضی خور

ناراضی خور

ناراضی خور

ناراضی خور

ناراضی خور

ناراضی خور

ناراضی خور

ناراضی خور

ناراضی خور

ناراضی خور

ناراضی خور

ناراضی خور

کبھی کبھار ہی آتا تھا اور معمول سے ہٹ کر کبھی جلدی اور کبھی دیر سے آتا تھا آج بھی وہ کافی دیر سے آیا تھا صبح کے ہاتھ پیر پھولے ہوئے تھے خانساں روٹی پکا کر جاچکا تھا حمہ بھی نہیں تھی جو تازہ روٹی پکاوتی اسے خود ہی ہمت کرنی تھی آنے کا ڈونگا فریج سے نکال کر اس نے تو اچولے پر رکھا اور بیلن اپنی طرف گھسیٹا ہر حال کو ششس تو کرنی ہی تھی ڈرتے ڈرتے اس نے روٹی نیلی اور اللہ کا نام لے کر توے پر ڈالی شکل قدرے گول ہی لگ رہی تھی۔

”کتنی دیر سے انتظار کر رہا ہوں کب ملے گی روٹی“ دیوار پر سے صرف چھلانگیں مار رہی آتی ہیں یا کچھ اور کرتا بھی آتا ہے۔“ بولتے بولتے وہ سیدھا چن میں آگیا۔

صبح جی بی آٹا بیلن اور توے سے نیرو آزما تھیں۔ ویڈا کٹنگ مینل کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھ گیا اور اس کی تمام کارروائی دیکھنے لگا۔

حمہ بیٹی اور نمرآ آچکی تھیں دوسری خواتین کی خریداری مکمل ہونے میں نہیں آ رہی تھی ناچار وہ تینوں نیکی کر کے گھر آئیں چن سے ٹھہر پڑی آوازیں آ رہی تھیں آفریدی کی گاڑی بھی پورج میں کھڑی تھی حمہ کا خیال تھا کہ چاچو یا زونیر میں سے کوئی کپن میں ہو گا ان تینوں کو بھی بھوک لگ رہی تھی وہ بے قدموں اندر کی طرف بڑھیں انقلاب سا انقلاب تھا صبح روٹی پکانے کی کوششوں میں ادھ موٹی ہوئی جارہی تھی آفریدی کا خیال کیے بغیر تینوں کے منہ سے ہنسی کا فوارہ چھوٹا وہ دونوں چونک گئے۔

”ادھر آؤ کہاں غائب تھیں۔“

آفریدی نے ان کی معنی خیر نظروں کا سرے سے نوٹس ہی نہیں لیا۔

”صبح یہاں سے کھسکو فوراً“ اگر خواتین نے تمہیں ابھی سے روٹی پکاتے دیکھ لیا تو خیر نہیں۔“

حمہ نے آنے کا پیرا اس سے لے لیا تھا صبح نے تشکر سے اسے دیکھا اور اندر چلی گئی باقی روٹی اس نے پکائی سلاہ سجا کر حمہ نے کھانے کی ٹرے آفریدی کے

آگے رکھی سب سے اوپر صبح کی پکائی ہوئی روٹی دھری تھی وہ خاموشی سے ٹوڑ کر کھانے لگا تینوں کو اس کے کوئی ریمارک نہ دینے پر بہت مایوسی ہوئی۔

شادی اور ولیمے کی تقریبات کا اہتمام کمرہ بری کیا گیا تھا بس چند قریبی رشتہ دار اور دوست تھے نکاح کے فوراً بعد آفریدی ایک ضروری کام کا کہہ کر چلا گیا تھا کل سندس کو بھی چلے جانا تھا حمہ اور صبح ان کے پاس بیٹھی تھیں تمام مہمان کب کے رخصت ہو چکے تھے۔ آفریدی نے فون کر کے کہہ دیا تھا کہ تج وہ نہیں آسکتا سندس کا ارادہ اسے سخت جھاڑ پلانے کا تھا پر وہ فون بند کر چکا تھا۔

دوسرے دن اس کی شکل شام کو ہی نظر آئی یوٹیشن صبح کو تیار کر رہی تھی آج ولیمہ تعاسات بچے کی فلائیٹ سے سندس کو چلے جانا تھا اسی وجہ سے کھانے کا انتظام جلدی کیا گیا تھا۔ صبح ضد کر رہی تھی کہ وہ بھی ایئر پورٹ چلے گی پر سندس نے آرام سے ٹال دیا ان کے جانے کے بعد صبح نے کپڑے بدلے زیورات اتارے اور ان کا انتظار کرنے لگی ایک گھنٹے بعد ان کی واپسی ہوئی حمہ ساہ سے کپڑوں میں ملبوس صبح کو دیکھ کر دنگ رہ گئی۔

”کپڑے کیوں بدلے تم نے ہو قوف۔“ وہ اسے تارا خٹکی سے دیکھ رہی تھی اتنے میں آفریدی گاڑی بند کر کے اسی طرف آیا دونوں بحث کر رہی تھیں اسے دیکھ کر خاموشی چھا گئی حمہ تو اندر چلی گئی پر اس سے تو قدم اٹھانا بھی وہ بھر ہو گیا۔

آفریدی اسے دیکھ رہا تھا بڑے انوکھے اور مختلف انداز سے سدا کی لاپرواہ صبح پر آگئی کے دروا ہو گئے رات حمہ زبردستی جب ذکاء الرب آفریدی کے بیڈروم کے دروازے پر اسے چھوڑ کر گئی بلکہ شرارت سے دروازہ بھی بجا دیا تو صبح ڈر سی گئی۔

”لیس کم آن۔“ آفریدی کی کبیر میوانہ آواز آئی وہیں جی رہی حمہ قریب کبھی کبھی تھی اسے ٹالنے سے بڑا اور باؤں سے دروازہ کھول کے اسے زبردستی اندر دھکیلا وہ گرتے گرتے پی۔

”اللہ سمجھے تم سے حمہ۔“ وہ انت میں کر رہی تھی۔

کیا ہوئی ہوئی
 آج کیوں کو اس
 کام کھری
 ست
 کام کا کہ کر
 اور صبح
 کے رخصت
 دیا تھا کہ آج
 کا
 نظر تکی
 تھاسات
 سی وجہ سے
 ضد کردی
 نے آرام
 نے کپڑے
 کرنے لگی
 سے کپڑوں
 وہ اسے
 گاڑی بند
 تھیں اسے
 اس سے تو
 اور مختلف
 دروا ہوئے
 فریدی کے
 بلکہ شرارت
 آواز تکی
 اسے شانے
 سے زبردستی
 میں کر رہی تھی

آفریدی سوئے جیسا کہ فائلیں دیکھ رہا تھا اسے
 سخت ہلکی ہوئی جگہ اپنی تین محسوس ہوئی وہ نظرس
 اٹھا کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔
 "کیا بات ہے۔" وہ اجنبی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا
 تھا بیان درونا آیا۔
 "کچھ نہیں۔" اس نے وضاحت کی۔
 وہ چوڑا سوجاؤ شاپاش اور بال جاتے ہوئے دروازہ
 بند کر جاتا۔ "وہ دوبارہ فائلیں میں کم ہو چکا تھا۔ صبح کی
 آنکھوں میں آنسو دیکھ کر حمد جان لگی کہ کیا ہوا ہے؟
 مشکل یہ تھی کہ آفریدی کو کوئی کچھ کہنے والا بھی نہیں
 تھا۔ ہمیشہ اپنی کرتا تھا۔
 "نہیں روڈ بے حس، شندل۔" صبح نے
 سامنے پڑے نیل کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر آفریدی کو
 خطاب کیے۔
 "حمد نے بمشکل مسکراہٹ دیانی صورت
 حال کی شبیہ کے باوجود اسے ہسی آرہی تھی۔
 "تسمارے چاچو اور کون مزے سے کہہ دیا جاتے
 ہوئے دروازہ بند کر جاتا تھے ان کی شکل دیکھنے کا کوئی
 شوق بھی نہیں ہے۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔
 "ویسے یہ جو تسمارے چاچو ہیں ناں انہیں سیدھا
 ہونے کی ضرورت ہے۔" وہ بے خوفی سے بولی تو حمد
 بھی پرتابونہ رکھ سکی۔
 "جی تو چاچو کو سیدھا کر دو گی۔" وہ اس کے قریب
 مڑ گئی۔
 "ہاں۔" وہ گردن اگڑا کر بولی اب کی بار دونوں
 ہاتھوں پر ہاتھ مار کر ہنسنے لگیں۔

صبا کو آفریدی کی آنکھوں سے چیزیں ہو گئی
 تھیں ایک بار بھی تو اس نے بات کی تھی نہ سراہا تھا بلکہ
 وہ پلٹے سے جی زیادہ رویہ ہو گیا تھا صبح نے اسے
 "بارا اٹھو" یہ خطاب سے رکھا تھا کبھی کبھی تو اسے
 وہ آواز سنائی دیتی تھی کہ صبا کے فائیل پر محسوس
 ہو چکا تھا اور وہی ہے تو اسے جڑائی تھی وہ پتھر نظر
 انداز نہیں کرتا تھا اسے خبر ہی ہو گئی تھی۔
 "تو رات کو ان تینوں کو پڑھا تھا بس اس کے

پڑھانے کا وقت مقرر نہ تھا اگر وہ جلدی آجاتا تو وہ تینوں
 بڑی فرمانبرداری سے کتابیں کھول کر بیٹھ جاتے ان کی
 دیکھا دیکھی صبح کو بھی شوق چرایا حمد کو انگلیش
 پوٹری مشکل لگتی تو اسے انگلیش وہ دونوں کو بڑے
 اچھے طریقے سے پڑھاتا تھا آج بھی وہ چاروں پڑھ
 رہے تھے بلکہ بڑھ تو سنی زونیر اور حمد سے صبح تو
 اوٹ ٹانگ حرکتیں کر رہی تھی عجیب عجیب شکلیں
 بنا رہی تھی کبھی منہ چڑائی بھی نظر بجا کر چٹکی کاٹ لیتی
 کبھی سیاہی گرا دیتی اور کبھی خواہ مخواہ پسل شارپ
 کرنے لگتی ایسا وہ ہر روز ہی کرتی تھی پر ذکاء الرب
 آفریدی میں قوت برداشت بے مثال تھی وہ نظر انداز
 کر دیتا۔

زونیر کو زبردست ڈانٹ بڑی تھی نیچر نے کالی پر لکھ
 کر دیا تھا کہ سخت محنت کی ضرورت ہے اور یہ
 رہمارک۔ ٹیسٹ کے نیچے لکھے ہوئے تھے تب سے
 وہ آفریدی کے عتاب کا نشانہ بنا ہوا تھا وہ خود اس لیے
 انہیں پڑھاتا تھا کہ وہ سست نہ ہو جائیں پانی پینے کا ہمانہ
 بنا کر زونیر کھسک گیا سنی اور حمد کو بھی پاس لگ رہی
 تھی وہ دونوں بھی چلے گئے آفریدی تینوں کی کاپیاں
 چیک کرنے لگا اس لیے ان کی لمبی غیر جاسری محسوس
 نہ ہوئی۔ آفریدی کی نگاہ نوٹ بکس پر بھی اور صبح کی
 نگاہ اس پر وہ اسے مسلسل اور غور سے دیکھ رہی تھی کہ
 اس کی روشن پیشانی کی پھڑکتی رگ کو با آسانی محسوس
 کر رہی تھی۔

صبح کی نگاہ اب اس کی آنکھوں پر تھی پھر اس کا
 زاویہ نظر گریبان کے کھلے بٹنوں سے آفریدی کے
 مضبوط ہاتھوں تک آگیا یہ زندگی کے معتدور نگہ دینے
 والے کے ہاتھ تھے محنتی اور جفاکش ہاتھ مجرموں اور
 کرمینلز سے نمٹنے والے آہنی ہاتھ اسے یہ ہاتھ بڑے
 بے رحم اور کھردرے لگ رہے تھے بے اختیار اس
 کے تصور میں اکبر انکل کے بے ڈھنگے اور بد وضع ہاتھ
 آگئے اس نے جھرجھری سی لی پونہی اسے دیکھتے دیکھتے
 وہ محو ہو گئی تھی وہ صوفے سے ٹیک لگائے کارپٹ پر
 بیٹھی ہوئی تھی سر ڈھلک کر صوفے پر ٹک گیا تھا گود
 میں پڑا ہوا پٹہ جس کا ایک سر اٹھانے سے نکا ہوا تھا بال

ہوتی تھیں۔ اس نے نظر بے ارادہ اس پر پڑی تھی وہ کتنی
آفریدی کی دیکھ کر اس کی نگاہیں جھکی گئیں اور دلربا سی لگ رہی تھی جو ان کی اولین آہٹیں
اس کے وجود پر دستک دیتی صاف محسوس کی جاسکتی
تھیں۔ اس نے نظر ہٹائی اور پکارا جب تک وہ محتاط
ہو کر سیدھی ہوئی وہ کمرے سے جا چکا تھا۔

”کوئی چالس بنا۔“ اس نے صباخ کو بے تابی سے
تھام لیا تو اس کا ذہن پوری طرح جاگ گیا۔
”کیا مطلب؟“ اس نے حمزہ کو گھورا تو وہ مسکراتے

”کیسا آئیڈیا۔“ صباح بے چینی سے بولی تو وہ بجائے جواب دینے کے اس کا ہاتھ پکڑ کر کچن میں لے گئی۔ محمد نے بیروں گرم کیا کلاس میں ڈالا اور چپ چاپ کھڑی صباغ کی طرف مڑی۔

"میں دروازہ لاک کر کے سونے جا رہی ہوں تم
بہن! مرض آئے سو میں دروازہ نہیں کھولوں گی۔"
مدد صاف صاف ظوطا پتلی دکھا رہی تھی اسے دکھ تو

”صبحِ احمق“ یہ قوف نے بھر کی، تمہارا اور
چاچو کا نکاح ہو چکا ہے شادی ہو گئی ہے اب تم ان کے
پاس رہو میں اب اپنا کمر اسٹیر نہیں کر سکتی پلیز چاچو
جی ٹرائی تو انڈر اسٹینڈ۔“

ادا دیے ہیں ہماری اس خدمت کے لئے اس کا حوصلہ برہنہ کیا کچھ حصہ آفریدی کے اس لمس کا بھی تھا جو تھوڑی دیر پہلے جگانے کے عمل کے دوران اسے محسوس ہوا تھا وہ اسے اسرار بھرا لگتا تھا وہ آفریدی کی ذات کے اسرار جانتا چاہتی تھی وہ ایسا کیوں ہے اتنا روڈ اور لاپرواہا کیوں ہے انہی سوالات کے چکر میں وہ اس کے بیڈ روم کے دروازے پر پہنچ گئی اس نے دروازے کو ہلکا سا ٹاک کیا تو اندر سے آفریدی کی مخصوص گیسیر آواز سنائی دی۔

متوجہ ہو گیا۔
صباح نے سائڈ نیبل پر دودھ کا گلاس رکھا۔
”یہ دودھ پی لیں۔“ ڈھیولں اعلیٰ جمع کر کے اس

اس سے پوچھا
ظہر مندی ظہری
کی تمہارا اور
کب تم لوگوں کے
مکمل ہو جائی
مجھ نہیں
تو اس روز
میں کیا تھا
میں جگہ
کوئی اور
پارہ تو نہ
میں ہی نہ
میں مسئلے
میں پروا
میں باہر نہ
میں کے
میں کے مکمل
میں لگتا
میں وہ ایسا
میں حالات
میں پہنچ گئی
میں آفریدی
میں قدم
میں نظر
میں آنکھ
میں طرف
میں اس

نے ایک فقرہ بولنے کی ہمت کر لی تھی۔
"ایک سے رکھ دو۔" وہ ہنوز نظریں کتاب پر
گازے ہوئے تھا تو اس سر اس کی نفی کر رہا تھا صبح
نے بے ارادہ ہی نیل کو کھو کر ماری اور دھم دھم کر کے
باہر پھنی آنسو سلسلہ وار رخساروں پر بہنے شروع
ہوئے تھے حمد پریشان ہو گئی وہ منہ لپیٹ کر بڑھتی اب
حمد کے فرشتے بھی اس سے کچھ نہیں اگلا سکتے تھے
حمد اس کی آنکھیں سوچی سوچی نگ رہی تھیں۔
ڈانٹ نیل پر سب نے ہی آنکھوں کی سرخی کے
حوالے سے تشویش ظاہر کی وہ سر جھکائے ناشتا کرتی
رہی آفریدی بھی تیار ہو کر نیل پر پہنچ چکا تھا۔
کیا وہ جادو بھرا سا تھا کاجل
سرخ کر کے جو پوچھ کر آنکھیں
زونیر ذکاء الرب آفریدی کی پروا کیے بنا گنگنا یا تو حمد
نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے واوی کہ شاباش
آفریدی نے کوئی توجہ نہیں دی وہ تینوں تو خوب چمک
رہے تھے بس صبح ہی خاموش تھی۔
"چاہو دیکھیں چاہی کی آنکھیں کتنی سرخ ہو رہی
ہیں۔" زونیر نے متوجہ کیا۔
"کوئی انکیشن تو نہیں ہے۔" وہ پوچھ رہا تھا۔
"جی نہیں۔" وہ خاصے کڑوے لہجے میں بولی یہ اور
بات تھی کہ اس کی آواز کی نمی صاف محسوس ہو رہی
تھی۔
"چاہو آپ نے رات کو پڑھاتے ہوئے ڈانٹا تو
نہیں انہیں۔" سنی بڑی دور کی کوڑی لایا۔
"نہیں یار۔" وہ خوشدلی سے بولا تو حمد نے خاصی
حیرت سے اسے دیکھا۔
"اتنی پھول سی ہیں گزیا جیسی اگر ڈانٹ دیا تو
روٹی ریت کی اور تھے چپ کروانے کا کوئی تجربہ نہیں
میں واپس آئے۔
"اتنی پھول سی تھیں وہاں میں اور مجھے رونے کا
کوئی وقت نہیں ہوتا تھا اب۔" وہ چبا چبا کر
"بہتر ہے۔" زونیر پر ہلایا۔ شکر ہے کہ صبح

تک اس کی آواز نہیں پہنچی۔
"اجہا میں اب چلتا ہوں تم لوگ سکون سے ناشتا
کرو۔" وہ کرسی دھکیل کر کھڑا ہو گیا اس کے جاتے ہی
حمد اور زونیر اس کے سر ہو گئے۔
ابھی آپ کی عمر کیا ہے ابی چار میں کیا رکھا ہے
ایسی باتیں نہ کرو جاؤ کھیلو جاؤ کھیلو یہ لو پہنچنا
حمد نے ایف ایم آن کیا تو اس گانے کی آواز گھر بھر
میں پھیل گئی وہ خود بھی گنگناتے ہوئے بار بار ایک ہی
فقرے کی تکرار کر رہی تھی۔
ابھی آپ کی عمر ہی کیا ہے۔
آفریدی گاڑی کی چابی نیل پر ہی بھول گیا تھا وہ
لینے آیا تو حمد زور و شور سے گلوکارہ کے ساتھ گارہی
تھی۔
ابھی آپ کی عمر ہی کیا ہے۔
اسے دیکھ کر حمد کی زبان کو بریک لگ گئے صبح تیز
تیز چلتی باہر نکل گئی تھی رات بھر وہ روٹی رہی تھی اس
بات پر کہ آفریدی نے ایک نظر بھی اس پر نہیں ڈالی
تھی بس کتاب پڑھتا رہا تھا پھر صبح حمد اور زونیر کی
چھیڑ چھاڑ راز کے یوں سرعام فاش ہو جانے پر وہ تب
گئی تھی مزے کی بات یہ کہ وہ سرے سے نوٹس ہی
نہیں لے رہا تھا۔
اس نے آج کالج سے بھی چھٹی کی تھی کسلندی
سے دوبارہ بستر میں گھس گئی تھی ٹیلی فون پر نظر پڑی تو
ایسے ہی آفریدی کا نمبر ڈائل کر دیا۔
"ہیلو ذکاء الرب آفریدی اسپیکنگ۔" اس کی بلا
کی مردانہ گھیسر آواز سنائی دی صبح کی پیشانی پر تھکے
تھکے قطرے ابھر آئے کوئی جواب نہ ملنے پر وہ دوبارہ بولا
اور پھر بند کر دیا صبح نے دوبارہ ڈائل کیا اور نہیں بولی
پھر دوسری تیسری اور چوتھی بار اسے تنگ کر کے
صبح کو بڑا مزہ آیا رات کی بد مزگی کا خاتمہ ہو گیا اس کا
غصیلا برداشت کی حدوں کو چھو تا لہجہ یاد کر کے اسے
چین آگیا حمد اور سنی زونیر کے آنے سے پہلے اس
نے پھر فون کیا اتفاق سے آفریدی نے ہی ریسو گیا۔
"جی کہہ میں ہمہ تن گوش ہوں۔" اسے پتہ
چل گیا کہ یہ وہی کالج ہے۔

سے بھی نہیں پر ان بچوں سے شکست کھا گیا تھا اسے
 ہاں کرتے ہی یہی وہ چاچو کی بچر اور بچا کاخ زندگی میں
 بہار لانا چاہتے تھے۔ صبح کو وہ حمہ کی دوست جان کر
 اسی کی طرح ٹیٹ کرتا تھا پر صبح کے انداز کچھ اور ہی
 کہتے تھے آفریدی نے اسے نظروں کا وہ ہم سمجھ کر
 جھٹلانا چاہا پھر جب یہ واقعہ ہوا تو حمہ نے رو رو کر اسے
 شادی کے لیے مجبور کیا کہ صبح آپ کو ٹوٹ کر چاہتی
 ہے۔ اس نے عمر کے فرق کا حوالہ دیا پر وہ نہیں مانی کہ
 اکثر مرد اسی عمر میں شادی کرتے ہیں صبح کی کم عمری
 اور حرکتوں کو وہ خاطر میں ہی نہ لاری تھی ان بچوں کی
 بلیک میلنگ کے ہاتھوں وہ مجبور ہو گیا اور صبح سے
 شادی کی بائی بھرنی ہی پڑی۔

”اندر چل سکتی ہو۔“ ثمرانے ہمدردی سے پوچھا وہ
 بھی اس کے قریب بیٹھ گئی تھی وہ بس روئے جاری
 تھی۔ ساتھ ساتھ بائے اللہ جی کی صدا بھی لگاتی زونیر
 بھاگ کر سروٹ کو ارز رز سے مانی سکی نہ کوہا! الایا وہ موج
 نکلنے کی ماہر تھیں پل بھر میں موج نکال دی اب

”چلیں نہیں کہتے گزرا مانا کہ آپ بہت بڑی
ہیں۔“ صبح کو یوں لگا جیسے وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔
”آپ اتنے بزرگ بننے کی کوشش مت کیا کریں
میں سچی نہیں ہوں۔“ وہ آستین سے آنسو بھی صاف
کر رہی تھی اور رول بھی رہی تھی۔

[illegible]

"سب سے مجھے" وہ بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ
اور سن رہا تھا۔ صبح نے بڑی ناراضگی سے اسے
دیکھا۔ وہ اپنی تنہا گیز مقناطیسی نگاہیں اسی پر مرکوز
کیے ہوئے تھا۔

"آپ مجھ سے ڈرتے ہیں ناں۔" وہ بڑی بے خوفی
سے اسے دیکھ رہی تھی وہ سن سا ہو گیا۔

"جاؤ صبح جاؤ۔" وہ پہلے والا آفریدی بن گیا۔
"میرا مقابلہ تو کر نہیں سکتے ظاہر ہے جانے کا ہی
کیس ہے۔" نکلتے نکلتے وہ فترا پھینکنے سے باز نہیں آئی
آفریدی کی آنکھوں کی سرخی رفتہ رفتہ گہری ہونے لگی
تھی۔ رات صبح بڑے سکون سے سوئی تھی۔

وہ سہری رات وہ پیرونگ پر تھا گھر نہیں آیا اگلی
رات بھی اس کے آنے کا پروگرام نہیں تھا صبح نے
بے خبر سوئی حمید پر نظر ڈالی اور فون میل سے اٹھا کر گود
حمید میں رکھ لیا اس کی انگلیاں آفریدی کے آفس کا نمبر
پر ڈال کر رہی تھیں وہ دعا کر رہی تھی کہ وہی ملے اور
ایا تو لائن ہی ملا اسی نے ہی ریسور اٹھایا۔

"ہیلو ذکاء الرب آفریدی اسپیکنگ۔" اس کی
آواز جھکی جھکی سی تھی۔

"کیا کر رہے تھے آپ۔" وہ آہستہ مگر پر جوش آواز
سے پکارا۔

"جنگ مار رہا ہوں۔" جواب ملا وہ بے اختیار
کھنگھڑائی رات کے اس سناٹے میں اس سے بات
کرنا بہت اچھا لگ رہا تھا اس کا جی چاہ رہا تھا اسے تنگ
کر کے اس کی بے بسی سے لطف اندوز ہو۔

"آپ پڑھتی ہیں۔" وہ پوچھ رہا تھا اس نے اثبات
میں جواب دیا۔

"تو ایسا کریں اپنی کتابیں کھولیں اور پڑھیں۔"
آفریدی نے مشورہ دے کر فون بند کر دیا صبح نے ری
ٹو اٹل کاٹن ہنس کر دیا۔

"میرا دل چاہ رہا ہے آپ سے باتیں کروں پلیز فون
بند مت کیجئے گا۔" وہ اس کے فون اٹھاتے ہی لجاجت
سے بولی تو وہ بے اختیار گہری سانس لے کر رہ گیا اور
دست و پاچ پر نگاہ ڈالی رات کے ساڑھے گیارہ بج
رہے تھے پتہ نہیں کون سر پھری تھی۔

"آپ نے کبھی کسی سے محبت کی ہے۔" اس نے
چھوٹے ہی پوچھا۔
"لگتا ہے آپ فلمیں بہت دیکھتی ہیں۔" صبح کو
یوں محسوس ہوا وہ جیسے میرے سے سکرایا ہو۔
"اور لگتا ہے آپ نہیں دیکھتے؟" وہ صحت بولی۔
"میرے پاس ٹائم نہیں ہوتا کہ میں سویرے وغیرہ
دیکھوں۔"

"یعنی خاصی مصروف زندگی ہے آپ کی پھر تو آپ
کیا شادی کے لیے بھی ٹائم نہیں ہوگا۔"
"نہیں آف کورس" میرے پاس وقت نہیں ہے کہ
شادی جیسی خرافات میں پڑوں۔" وہ اس کی بات کے
جواب میں اطمینان سے بولا تو وہ مل میں اسے گلے دے
کر رہ گئی (ہاں تمہیں کیا ضرورت ہے شادی جیسی
خرافات میں پڑنے کی بھلا پتھر بھی شادی کرتے ہیں)
وہ محض سوچ سکی زبان سے نہ کہہ سکی۔
"گویا آپ عمر بھر شادی کریں گے ہی نہیں۔" وہ
پتہ نہیں کیا جانتا چاہتی تھی۔

"نہیں۔" وہ کھٹ سے بولا۔

"آپ کا دل نہیں چاہتا کہ کوئی آپ کی تمام تحکین
سمیٹ لے آپ کھٹے ہارے آئیں تو وہ آپ
کا استقبال خوبصورت مسکراہٹ سے کرے آپ کا ہر
کام اپنے ہاتھ سے کرے" آپ کے سر میں درد ہو تو وہ
آپ کا سر دبائے اور جب آپ بیمار پڑ جائیں تو وہ ساری
رات آپ کے سرہانے بیٹھی رہے۔" صبح بول رہی
تھی ریسور کے وہ سری طرف خاصی دیر خاموشی چھائی
رہی وہ بولا تو اس کا لہجہ تھکا تھکا سا تھا۔

"اپنی ایسی قسمت کہاں۔" وہ زبردستی ہنسا۔

"کیوں آپ بد صورت ہیں" معذور ہیں یا ان پڑھ
ہیں۔" وہ بحث کرنے کے موڈ میں تھی۔
"اچھی لڑکی اب فون بند کر دو اور آرام سے
سو جاؤ۔" وہ بولا۔

"مجھے اب کہاں نیند آئے گی۔" وہ بے بسی سے
بولی۔

"کیوں۔" وہ حیران ہوا۔

"بس نہیں آئے گی نا۔" وہ گویا لڑ رہی تھی وہ دل

میں غاصا مرقود ہوا۔
 "اچھا نمیک ہے نہ سوئیں پر میری جان تو چھوڑیں
 مجھے بہت سارے کام ہیں میں پیٹرونگ پر جا رہا
 ہوں۔" دوسری طرف سے ریسورر کھٹنے کی آواز آئی تو
 اس نے بھی ریسورر پر کھ دیا۔ حمد اسی طرح سو رہی تھی
 ایک دوسری بے چین تھی۔

♥ 17 ♥
 شرا کو ان کے باں رہتے ہوئے تین ہفتے ہو چکے تھے
 سندس کا فون آیا تو حمد نے اس کے بارے میں بتایا وہ
 خوب گرجی بری اور ماضی کی کہانی کھول کر رکھ دی حمد
 نے صبح تک بات پہنچائی وہ کم صدم ہو گئی تھی اس کے
 معصوم سے دل کو زبردست نہیں لگی تھی۔
 رات کھانا کھاتے ہوئے سنی نے بے اختیار شرا
 سے سوال کیا کہ اتنی کب جائیں گی۔
 "یہ تو اب شاید ہی جائیں۔" صبح اپنی پلیٹ پر
 جھکے جھکے دھیرے سے بولی یہ فقرہ اڈائریکٹ آفریدی اور
 شرا تک پہنچا۔

"ٹی بیو پور سیٹ صبح تمہیں مہمانوں سے بات
 کرنے کی تمیز تھیں ہے۔" وہ اچانک پھٹ پڑا تھا
 صبح کھانا چھوڑ کر جلی گئی تھی۔

♥ ♥
 صبح آفریدی جھکا کی فلیس بہت دیکھتی تھی
 دو تین ماہ پہلے وہ بھی نئی اسے ایک فلم یاد آگئی جس میں
 شوہر اپنی بیوی کو دلچسپ طریقے سے قتل کرتا ہے اس
 کے ذہن میں ایک خوفناک منصوبہ بل رہا تھا نہ جانے
 اسے کیا خیال ہو گیا تھا کہ شرا جو آفریدی کی پہلی
 محبت اور مختصر تھی وہ اس سے اس کی پہلی محبت پہلی
 خوشی چھین لے گی۔

سب سوچتے تھے کہ کی تمام لائیں آف ہو چکی
 تھیں صبا نے دبے قدموں اندر کر باہر نکلا ہر سو
 سناٹا خارجی تھا وہ دبے قدموں باتھ روم میں گئی ٹول کر
 لائیت جانی اس کا مطلوبہ واشنگ سوپ سامنے رہا تھا
 اس نے پورا کارٹن اٹھایا اور میڈیوں کے نزدیک
 رکھا پھر اس نے ایک ایک میڈی پر صابن ملا فریج
 سے پانی کی بوتل لا کر پانی بھی چھڑکا تمام کارٹن خالی

ہو چکا تھا ماربل کی چٹنی میڈیاں صابن سے بھر گئی
 تھیں۔ شرا کا کمراد دوسری منزل پر تھا وہ چار انچ اونچی
 ہیل پہن کر کھٹ کھٹ کرتی پیچھے آئی تھی۔
 "تمہیں تو مزا آجائے گا شرا اتنی۔" اس نے یوں
 دانت پیسے گویا دانتوں کے نیچے ٹمرا ہو۔ رقابت کے
 جوش میں اسے ہوش ہی نہیں رہا کہ اس نے کتنا
 خطرناک کام کر دیا ہے۔

صبح اس کی آنکھ دردناک چیخوں کی آواز سے کھلی
 اور حمد بھاگتی ہوئی باہر آئیں صبح کو ہوش ہی نہیں رہا
 کہ یہ سب اس کے کارنامے کی بدولت ہوا ہے۔ شرا
 آخری میڈی پر آڑھی ترچھی آنکھیں بند کئے پڑی
 تھی اس کے سر کے قریب خون کا ایک چھوٹا سا مالا ب
 بنا شروع ہو گیا تھا آفریدی وقت ضائع کے لیے بنا
 اسے ہاسپٹل لے گیا شرا کو فوراً "ایمر جیسی وارڈ میں
 لے جایا گیا اس کی حالت بہت سیریس تھی آفریدی
 بہت ریش ڈرا ہو گئے کرتے ہوئے گھر پہنچا شرا کی پیچ پر
 سب سے پہلے وہی باہر نکلا تھا اس کی تیز نگاہوں نے
 میڈیوں پر لگا صابن دیکھ لیا تھا۔

اس کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو اس پریشانی میں اس
 کا ذہن ہرگز اس طرف نہ جاتا پر وہ پولیس ڈپارٹمنٹ
 میں تھا اور پولیس والوں کی نگاہیں تو ویسے بھی تیز ہوتی
 ہیں۔ اس نے دوبارہ میڈیوں کا جائزہ لیا پہلی میڈی
 سے آخری میڈی تک صابن لگا ہوا تھا اور آخری
 میڈی کے ساتھ ہی خالی کارٹن بڑا ہوا تھا تمام کھالی
 اس کی سمجھ میں آگئی تھی شرا روزانہ کی طرح اٹھ کر
 نیچے آ رہی ہوگی اور جیسے ہی اس نے پہلی میڈی پر قدم
 رکھا ہوگا اس کا پیر پھسلا ہوگا اور وہ توازن پر قرار نہ
 رکھتے ہوئے گر پڑی ہوگی میڈی کا کوٹا لگنے کی وجہ سے
 اس کا سر پھٹ گیا تھا بازو اور ٹانگ میں بھی زخم آئے
 تھے۔

آفریدی نے میڈیوں کے پاس ملازم کو کھڑا کیا اور
 خود ان چاروں کے پاس چلا آیا۔
 "کس کی حرکت تھی یہ۔" وہ غصے میں اُدھر سے
 اُدھر ٹہل رہا تھا وہ تینوں بھی میڈیوں کا مشرکہ کچے
 تھے صبح کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا شرا کے سر

از کیا اور

میں پوچھا جا رہا ہے۔
 اس نے جواب دے کر اس کے چہرے پر کچھ
 تلاش کرنا چاہا۔ اسے مایوسی ہوئی وہ مایوس گوجوتوں سے
 آزاد کر کے فون کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔
 ”حمید فوراً میرے کپڑے نکالو میں نہا کر تبدیل
 کروں گا۔“ وہ فون بند کر کے پلٹا۔

کروں گا۔" وہ فون بند کر کے چلا۔
 "ٹھیک ہے میں ابھی نکالتی ہوں۔" وہ تیز تیز
 قدموں سے اس کی وارڈروپ کی طرف بڑھ گئی تھی۔
 آفریدی دستک دیئے بغیر صبح کے کمرے میں داخل
 ہوا وہ چادر میں سرمنہ لپیٹے پڑی تھی اس نے جیسکے سے
 چادر اس پر سے اتاری وہ اس حرکت سے سمجھ گئی تھی
 وہ خشمگین نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

”نحو فوراً“ اور تیار ہو جاؤ۔“ اس نے بید روی سے اس کا بازو پکڑ کر زبردستی بستر سے اتارا۔

۴) اپنے کپڑے کتابیں اور ضروری چیزیں رکھ لو تمہارا انتظام ہو گیا ہے۔ ” وہ سرد اور بے حس لہجے میں بولا صبح کا دل پوری قوت سے پھیلا اور سناپتہ نہیں وہ کسی انتظام کی بات کر رہا تھا اسے سوال کرنے کی ہمت نہیں ہوئی منہ ہاتھ دھو کر اس نے کپڑے بدلے اور باہر آئی اس کی طرح حمہ بھی حیران و پریشان تھی۔ لازم صبح کا بیک گاڑی میں رکھ آیا تھا آفریدی نبا کر نکل آیا تھا وہ کہیں جانے کے لیے پوری طرح تیار نظر آ رہا تھا۔

اس نے صباح کا داخلہ لاہور کے ایک کالج میں کروایا تھا اس سلسلے میں اس کا عمدہ اور پوزیشن کام آئی تھی صرف ایک فون سے بات بن گئی تھی وہ خود اسے چھوڑنے چاہتا تھا۔ پرنسپل سے وہ نہ جانے کیا کیا کہہ رہا تھا اس کی سمجھ میں ایک لفظ بھی نہیں آ رہا تھا۔

”ویسے تو یہاں میرے بہت سے جاننے والے اور دوست ہیں وہ بخوشی ہمیں اپنے ہاں رکھ لیتے پر میں تمہاری خدیب کاریوں سے انہیں محفوظ رکھنا چاہتا ہوں ہاشم میں رہو گی تو دماغ ٹھکانے آجائے گا۔“

چھٹیوں میں بھی تم ادھر رہو گی میں نے پرنسپل صاحبہ سے بات کر لی ہے اب اگر مجھے تمہاری شکایت ملی تو تمہاری خیر نہیں۔" وہ پرنسپل کے سامنے ہی اسے ڈانٹ رہا تھا وہ جیسے جیسے مسکرا رہی تھیں وہ دونوں بڑی بے تکلفی سے بات چیت کر رہے تھے شاید پرانی شناسائی تھی۔

ان کی باتوں سے صبح نے اندازہ لگایا کہ وہ کلاس
فیلورہ چکے ہیں۔

یورو ہے۔
 "گناہ تم نے اپنی شادی پر ہمیں انوائیٹ نہ کر کے
 خاصا ظلم کیا ہے تو قیر کو بھی علم نہیں ہے ورنہ اس نے
 تمہاری اچھی خاصی خبر لی ہے۔" پر ہیل اسے
 ڈرا رہی تھیں۔

”برو! نہیں ہے۔“ وہ دھیرے سے ہنسا۔
”اچھا تم آج رات تک تو ٹھہرو گے۔“ وہ بڑی آس
سے پوچھ رہی تھیں۔

کرا کے آیا ہوں آج ہی بلکہ ڈیڑھ گھنٹے بعد چلا جاؤں گا۔ ” وہ گھڑی۔ نظر دوڑاتے بتا رہا تھا۔

6۔ وہ مہر ہے سرورِ راز کے بیمار ہوا۔
 ”وہیے ذکاء تم اس معصوم سے لڑکی پر ظلم نہیں
 کر رہے ہو میرا خیال ہے کہ یہ تمہاری سنگت میں
 بہت میچور اور سمجھ دار ہو جائے گی۔“ حرا خاصی جھکت
 کر آہستہ آواز میں ہم کلام تھیں شاید وہ نہیں چاہتی
 تھیں کہ صاحب ان کی گفتگو سنے۔

”حرام میں نے تو ایک عذاب گلے میں ڈال لیا ہے
 کہا بھی تھا کہ یہ بہت چھوٹی ہے بر میں ہار کیا احمد زونیر
 سنی کے آگے“ وہ تلخ لہجے میں بول رہا تھا۔

”ذکاء اتنی زیادتی مناسب نہیں ہے اتنی معصوم خوبصورت دلکش سی لڑکی کی طرح ہے کم عمر ہے تو کیا ہوا۔ میرے خیال میں تو کم عمری اس کی خوبی ہے کم ایسے اپنے رنگ میں ڈھال لو۔“ وہ مشورہ دے رہی تھیں۔

”پلیز حرا چھوڑو اس قے کو۔“ یہ ہزاری سے بولا۔ وہ لفظ بہ لفظ ان کی گفتگو میں چکی تھی۔ صلیب اک چوٹ سی پڑی تھی حرا نے آفس میں ہی کھائے بیٹے کے لوازمات کو لٹہ ڈر تک سمیت منگوا لیے اس کی لاکھ

مستوں کے باوجود اس نے ایک چیز نہیں چکھی آفریدی کو لڈ ڈرنک پیتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔
 "تم ایک بار پھر سوچو اور دیکھ لو یہ موصوم سی لڑکی کتنی ہراساں ہے۔" حرا نے آخری کوشش کی۔
 "تو قیر کا حال میری طرف سے پوچھ لینا پھر لاہور کا چکر لگایا تو تمہاری طرف آؤں گا۔" وہ باہر نکل گیا تھا حرا اس کے ساتھ تھیں۔

♥ ♥ ♥ ♥
 صباح نے مجبوراً ہی خود کو سیٹ کر لیا تھا یہ ایک مشہور تعلیمی ادارہ تھا۔ کالج میں جسمانی صحت پر قرار رکھنے اور دفاع کے لیے مارشل آرٹس و کراٹے کی کلاسز بھی ہوتی تھیں صباح نے بڑے شوق سے اپنا نام لکھوایا اسٹریٹ۔ بہت تجربے کار اور ماہر تھا وہ جو شروع میں بیزار بھی اب نہایت دلچسپی لے رہی تھی رفتہ رفتہ اسے سیکھنے میں اظہار آنے لگا تھا۔ ویک اینڈ پر حرا اسے زبردستی ساتھ لے جاتی تھیں۔

ایف۔ اے پارٹن کے امتحان کا رزلٹ آگیا تھا وہ کامیاب ہو گئی تھی چار ماہ بہت جلد ہی گزر گئے تھے اب اسے اس کالج میں ایک سال ہونے لگا تھا اس عمر سے میں اسے حمد سنی یا زونیر نے کوئی خط نہیں لکھا ہے کبھی فون کیا وہ ان کی طرف سے مکمل بدگمان ہو گئی تھی۔

ایف۔ اے کے سالانہ امتحانات کی ڈیٹ شیٹ آگئی تھی پورا دن شل خالی ہو گیا تھا طالبات پیرز کی تیاری کرتے اپنے اپنے کمرے چلی گئی تھیں تبھی حرا نے اسے مڑہ سنایا کہ وہ اب مستقل ان کے گھر رہے گی جب تک اس کا کریکولیشن مکمل نہیں ہو جاتا اپنی طرف سے حرا نے اسے خوشخبری سنائی تھی پر اس نے کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا بس ان کے ساتھ آگئی تھی۔

حرا نے شوہر ایک بینک میں کام کرتے تھے ان کے صرف دو بیٹے تھے بارہ سالہ فرح اور نو سالہ خرم دونوں بہت شرارتی اور چلے تھے تو قیر اور حرا دونوں ہی اسے انیت رہتے تھے۔

دو ہفتہ کا وقت تھا وہ فرح اور خرم کے ساتھ سو رہی تھی حرا کالج میں بی تھیں کیونکہ امتحانات قریب آنے

کی وجہ سے ان کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہو گیا تھا وہ معمول سے لیٹ ہی آتی تھیں صباح کھانا کھا کر سو جاتی تھی آج بھی ایسا ہی ہوا تھا کال ٹیل مسلسل بج رہی تھی چونکہ ارنہ جانے کہاں تھا مندی مندی آنکھوں کو ایک بات پر سے رگڑتے ہوئے اس نے گیت کھولا ایک اجنبی صورت کھڑی تھی۔

"میں شیریں ہوں فرح اور خرم کا ماموں حرا تیار ہوا بھائی۔" اس کی نظروں میں شکوک دیکھ کر نوادار نے جھٹ تعارف کرایا اس نے ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا بجائے اسے ڈرائیونگ رووم میں بٹھانے کے وہ فرح اور خرم کو جگانے لگی ماموں کی آمد کا سن کر دونوں کی نیند غائب ہو گئی وہ بھاگ کر اس سے جا ملے۔ وہ دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔

حرا بھی کالج سے آگئی تھیں وہ بھائی کی خاطر مدارات میں لگی ہوئی تھیں صباح کے ذہن میں ایک لمحے کے لیے بھی یہ خیال نہیں آیا کہ اسے ان کا ہاتھ بٹانا چاہیے وہ ڈھٹالی سے بڑی رہی اور شام کو ہی اس کا خیال تھا کہ وہ چلا گیا ہو گا پر وہ تو ٹھٹھ سے لی ہوئی دیکھ رہا تھا ایک طرف فرح دوسری طرف خرم اور درمیان میں وہ خود تھالی ہوئی پر کارٹون چل رہا تھا وہ خود بھی برے برے منہ بنا رہا تھا صباح کو ہنسی آگئی حرا نے ہی تعارف کرایا کہ یہ ان کے کلاس فیلو ذکاء الرب کی بیوی ہے۔

"پر یہ تو بہت چھوٹی ہیں۔" شیریں کی حیرت دیکھنے کے لائق تھی۔

وہ ہر دوسرے روز چلا آتا تھا انتہائی ہنسوڑا اور دل چسپ لڑکا تھا خود ہی آگے پیچھے کر اسے مخاطب کر لیتا تھا اتنا پر خلوص تھا کہ صباح زیادہ دیر اجنبی نہ بن سکی وہ بے حد زندہ دل تھا۔

ایک روز اس نے صباح کے لاہور میں پڑھنے پر اعتراض کیا۔

"کراچی میں کالج ختم ہو گئے ہیں جو آپ لاہور کے ماسیوں کی نیندیں اڑانے آگئیں۔" وہ اسے مخصوص شلفہ انداز میں یوں پوچھ رہا تھا کہ اسے بالکل برا نہیں لگا۔

مستوں کے باوجود اس نے ایک چیز نہیں چکھی آفریدی کو لڈ ڈرنک پیتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔
 "تم ایک بار پھر سوچو اور دیکھ لو یہ موصوم سی لڑکی کتنی ہراساں ہے۔" حرا نے آخری کوشش کی۔
 "تو قیر کا حال میری طرف سے پوچھ لینا پھر لاہور کا چکر لگایا تو تمہاری طرف آؤں گا۔" وہ باہر نکل گیا تھا حرا اس کے ساتھ تھیں۔
 ♥ ♥ ♥ ♥
 صباح نے مجبوراً ہی خود کو سیٹ کر لیا تھا یہ ایک مشہور تعلیمی ادارہ تھا۔ کالج میں جسمانی صحت پر قرار رکھنے اور دفاع کے لیے مارشل آرٹس و کراٹے کی کلاسز بھی ہوتی تھیں صباح نے بڑے شوق سے اپنا نام لکھوایا اسٹریٹ۔ بہت تجربے کار اور ماہر تھا وہ جو شروع میں بیزار بھی اب نہایت دلچسپی لے رہی تھی رفتہ رفتہ اسے سیکھنے میں اظہار آنے لگا تھا۔ ویک اینڈ پر حرا اسے زبردستی ساتھ لے جاتی تھیں۔
 ایف۔ اے پارٹن کے امتحان کا رزلٹ آگیا تھا وہ کامیاب ہو گئی تھی چار ماہ بہت جلد ہی گزر گئے تھے اب اسے اس کالج میں ایک سال ہونے لگا تھا اس عمر سے میں اسے حمد سنی یا زونیر نے کوئی خط نہیں لکھا ہے کبھی فون کیا وہ ان کی طرف سے مکمل بدگمان ہو گئی تھی۔
 ایف۔ اے کے سالانہ امتحانات کی ڈیٹ شیٹ آگئی تھی پورا دن شل خالی ہو گیا تھا طالبات پیرز کی تیاری کرتے اپنے اپنے کمرے چلی گئی تھیں تبھی حرا نے اسے مڑہ سنایا کہ وہ اب مستقل ان کے گھر رہے گی جب تک اس کا کریکولیشن مکمل نہیں ہو جاتا اپنی طرف سے حرا نے اسے خوشخبری سنائی تھی پر اس نے کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا بس ان کے ساتھ آگئی تھی۔
 حرا نے شوہر ایک بینک میں کام کرتے تھے ان کے صرف دو بیٹے تھے بارہ سالہ فرح اور نو سالہ خرم دونوں بہت شرارتی اور چلے تھے تو قیر اور حرا دونوں ہی اسے انیت رہتے تھے۔
 دو ہفتہ کا وقت تھا وہ فرح اور خرم کے ساتھ سو رہی تھی حرا کالج میں بی تھیں کیونکہ امتحانات قریب آنے

”میں یہاں سدھرنے آئی ہوں۔“ وہ آخر اسے اپنے باقیام عشق کا قصہ نمر اکو بیڑھیوں سے گرانے کا واقعہ اختصار سے بتاتی چلی گئی وہ سن کر بہت ہنسنا صبح اس سے روٹھ گئی منہ بنانے لگی کہ اتنی دکھی باتوں پر مٹنے کی کیا تک ہے وہ اسے محبت میں کامیاب ہوئے کے اپنے آزمودہ دس گرتار بانٹھا مزے کی بات یہ تھی کہ یہ دس کے دس شیریں کے لیے بذات خود بڑے نقصان و وثابت ہوئے تھے۔

"وہ تو پتھر ہیں پتھر۔" صابح جاؤں گی تمہی۔
 "بہر حال تم فکر مت کرو کچھ نہ کچھ حل نکل آئے
 گا۔" وہ اسے تسلی دینے لگا۔

گج۔ "وہ اسے تسلی دینے لگا۔
آئس کریم پارلر میں داخل ہوتے ہی کونے والی
نیپل پر اس کی نظر پڑی تھی صبح کا دوران خون ایک
دم تیز ہو گیا تھا اکبر انکل ایک عورت کے ساتھ بیٹھے
ہوئے تھے۔ شیریں اسے فرح اور خرم کو آئس کریم
کھلانے لایا تھا وہ تینوں زور و شور سے باتیں بھی
کر رہے تھے اور کھا بھی رہے تھے۔

نذر سے گئے اور کھانا کھا کر رہ گئے۔
 ”مباح کیا ہوا ہے کیا وٹاں یار۔“ شیریں اور اس
 کے درمیان دوستی ہو گئی تھی وہ اسے ہم کبھی کر مخاطب
 کرتا تھا وہ بھی دھڑلے سے اس کا پیام لیتی تھی اکبر نے
 اسے دیکھ لیا تھا وہ اور ان کی ساتھی عورت کھڑے
 ہو گئے تھے پیرے کو ادا نہیں کر کے وہ اس کی نیل کے
 قریب سے گزرتے گزرتے یوں رکے جیسے ان کی نظر
 اچانک مباح پر پڑی ہو۔

”اغا: صبح صاحبہ کیسی ہیں یہ شاید نیا پارنر ہے
آپ کا۔“ وہ زہریلی ہنسی مٹتے ہوئے بولے ان کی
ساتھی عورت حیرت سے انہیں دیکھتے جا رہی تھی
شیریں بھی حیران تھا یہ کون ہے جو اس طرح بات کر رہا
ہے۔

”میں تم جیسے گھٹیا انسان سے بات کرنا تو میں سمجھتی ہوں۔“ وہ لڑکی نے کہی۔

”ویسے خاصی خوبصورت اور خطرناک ہو گئی ہو۔“ وہ نیپائی سے جتے صباغ کا ہاتھ اچانک حرکت میں آیا اور اکبر کے منہ پر نشان چھوڑ گیا۔ اتنے خاصے لوگ جتنے ہوئے تھے۔ سیری زبردستی اسے باہر لایا اور گاڑی

”اسی قابل تھا بلکہ اس سے بھی بڑے سلوک
کے، پلیز مجھ سے سوال مت کرنا۔“ وہاں ہر کے نظاموں
میں ٹخن ہو گئی اوپر سے بظاہر وہ پر سکون تھی پر اندر
زلزلہ آیا ہوا تھا۔

رات پوری جزئیات کے ساتھ وہ منحوس واقعہ آنکھوں کے سامنے کھڑا ہوا تھا عالیہ پھوپھو اسے پیٹے جا رہی تھیں اور اکبر انکل خاموشی سے تماشا دیکھ رہے تھے ان کی بہن شازیہ دھکے دے کر نکال رہی تھیں وہ تمام رات گھٹ کے ساتھ بیٹھی رہی تھی کہ شاید عالیہ پھوپھو باہر آئیں اکبر انکل انہیں اصل بات بتا دیں اور وہ اسے اندر لے جائیں۔

اور وہ اسے اندر کے باغ میں لے گیا۔
کتنی احمق معصوم اور بیوقوف تھی وہ انہونیوں کی
توقع کر رہی تھی اکبر جیسا سانپ اسے ڈسنے سے باز
نہیں آیا تھا بھلا اس کی نظر میں اُن مقدس رشتوں کی
کیا اہمیت تھی اس کے نزدیک صباح صرف ایک لڑکی
تھی جو ان ہوئی لڑکی، کھلی کی طرح اجلی صدف کی طرح
مقدس وہ اس کی پاکیزگی، ہیرے جیسے کردار کو شفاف
پیشانی کو داندہ دار کرنا چاہتا تھا وہ کتنی نادان تھی کہ اس کی
نوازشوں عنایتوں کا مطلب ہی نہ جان سکی اس زخم
میں رہی کہ اکبر انکل اس سے کتنی محبت کرتے ہیں
کتنا چاہتے ہیں ہر فرمائش پوری کرتے ہیں اسے
اکبر انکل کی آنکھوں میں چھپی ہوئی نظریں میں آتا
تھی اسے چھونے کے بہانے ڈھونڈنا، معنی خیز انداز
میں تعریف کرنا بات کرتے کرتے خود سے قریب
کر لینا۔ سب ہوئی ہی تو تھی شیطانیت تھی مقدس
رشتوں کی توہین تھی وہ بہت بچھٹائی تھی کہ کاش علی
پھوپھو کے ساتھ کراچی نہ آتی۔

اور صبح صادق کو جب اس نے آفریدی کا گیت بجا
تو اس کے پاؤں میں جوتے تک نہ تھے نہ جالے نہ کس
ال سے شادی ر آما ہو گا یقیناً " اس کا کردار اس
کی نظر میں مشکوک ہو گا تبھی تو اس نے یہ سلوک کیا
تھا خیر شادی کے روز غائب ہو گیا تھا ایک نظر بھی اس

خمس ڈالی تھی اور اسے میلوں دور یہاں چھوڑ گیا تھا
خمس لیے؟ یقیناً اس نے حمیدہ وغیرہ کو رابطہ کرنے
سے روکا ہو گا شاید اس نے تمرا کے ساتھ شادی کا
فیصلہ کر لیا ہو اس لیے اسے یہاں چھوڑ گیا تھا۔

صبح کا ذہن اب اس طرف چل پڑا گرم گرم
آنسوؤں کا چشمہ جیسے آنکھوں سے ابل پڑا تھا اسے
سکھاپی وہابی مشکل ہو گئیں اس کی توانا بلند سے بلند
تر ہوئی کئی رات کے اس پہراے کمرے کی طرف
اسے کئی قدموں کی آوازیں آتی سنائی دیں دروازہ کھلا تو
تو قیر اور حرا کی حواس باختہ ہر اسان شکلیں نمودار
ہوئیں ایک دم وہ خاموش ہو گئی جیسے چابی والے
کھلونے کو بٹن دبا کر روک دیا گیا ہو۔

”صبح صبح کیا ہوا ہے۔“ حرا نے اس کے پاس
بیٹھ کر اس کا آنسوؤں سے تر چرا اوپر کیا ہمد روی نے
الٹا ہی اثر دکھایا وہ حرا سے چمٹ گئی۔

”آئی آئی ان سے کہیں وہ تمرا سے مت شادی
کریں میں مرجاؤں گی خود کتنی کرلوں گی دیکھ لیجئے گا
آپ۔“ روتے ہوئے وہ اسی ایکسبات کی تکرار کر رہی
تھی تو قیر حرا کا اور حرا تو قیر کا منہ دیکھ رہے تھے۔

”تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ تمرا سے شادی کر رہا
ہے۔“ تو قیر نے رسان سے پوچھا صبح چپ ہو گئی
اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

”میں ایسی بات تم نے سوچ کیسے لی بالکل احمق ہو تم
اور ہاں میں تمہیں بتانا بھول ہی گئی کہ آج ذکاء کا فون
آیا تھا پڑھوں حمیدہ کی منگنی ہے لڑکے کے بارے میں
میں نے زیادہ نہیں پوچھا ویسے وہ بہت خوش تھا کہ
ابھی جا۔ اس کا رشتہ ہوا ہے۔“ حرا نے نئی ہی بات
بتائی ان دونوں کے جانے کے بعد وہ پھر رو رہی تھی حمیدہ
کی منگنی ہو رہی تھی اور اسے کسی نے بتانے کی زحمت
ہی نہیں کی تھا اس کا کیا رشتہ تھا کیا تعلق تھا جو اسے
بتایا جاتا اس کا تکیہ آنسوؤں سے تر ہوتا جا رہا تھا۔

میں نے اس صوف میں تھے
اور اس صوف میں
رات میں گھڑنے چپ چاپ انہیں تکتے رہے
اور آنسو بہاتے رہے

واپس آکر دیکھا تو
پھولوں کا رنگ جو کبھی سرخ تھا زردی زردی
اپنا پہلو ٹولا تو جہاں دل تھا کبھی
وہاں اب درد ہی درد ہے
آج لی۔ اسے کا آخری پیروے کروا لئی تو گیت پر
سے ہی اسے غیر معمولی چل چل کا احساس ہوا فرخ
اور خرم اسے دیکھ کر اچھلتے ہوئے باہر آئے۔
”آپ کے مہمان آئے ہیں۔“

”میرے مہمان۔“ وہ الجھ سی گئی خرم اس کا ہاتھ
پکڑ کر ڈرائیونگ روم میں لے آیا اسے آنکھوں پر
لیٹین نہیں آ رہا تھا سندس مٹتی ہوئی نور اور یہ لبو سا یقیناً
نذیر تھا۔ اس کے سامنے موجود تھے وہ بھاگ کر بے
تاب پہنچنے کی طرح سندس سے جا لپٹی۔

”میں نے ذکاء کی ابھی طرح خبر لی ہے لو اس نے
ایسا ہی کرنا تھا تو یہ شادی کا روگ پالنے کی ضرورت کیا
تھی میں نے بھی خوب شرمندہ کیا۔“

سندس شروع ہو گئی ان سے مل کر وہ ان تینوں کی
طرف متوجہ ہوئی۔

”امیزنگ“ بھئی تم تو بہت خوب صورت ہو گئی ہو
آفت کتنا چاہیے بلکہ قیامت۔ تمرا نے سرگوشی
کی۔

”نذیر تم کتنے لمبے ہو گئے ہو۔“ اس نے حیرت
ظاہر کر دی۔

”اور چاچی جی آپ بھی تو بڑی ہو گئی ہیں جب وہاں
سے آئی تھیں تو فیڈر ہاتھ میں تھا۔“ اس نے مبالغے
کی انتہا کر دی وہ مسکرا رہی تھی۔

”اور ایک بات بتاؤں۔ چاچو حمیدہ کے ساتھ میری
قسمت بھی پھوڑنے والے ہیں حمیدہ کی شادی سے ایک
ہفتے پہلے اس یعنی چیل کے ساتھ میری منگنی ہے۔“
وہ منہ بسور کر بولا یعنی کوپٹے لگ گئے۔

”یہ میں ہی ہوں جو تمہارے ساتھ منگنی کے لیے
تیار ہو گئی ہوں کوئی اور ہوتا تو کھاس بھی نہ ڈالک۔“
ماں کی پروا کیے بغیر اس سے لڑنے لگی۔

صبح بہت خوشی ہوئی تھی ان دونوں کی منگنی کا سن
کر پر حمیدہ کے نہ آنے سے اسے دکھ سا ہو رہا تھا۔ تمرا

اس نے موزاکن
اسے بھی بڑے سلا
وہاں ہر کھیل
پر سکون تھی
ساتھ وہ منحوس رہتا
ایسے پھوپھو اسے
اسے تمناؤں کے
اور نکال رہی تھی
یہ تھی کہ شاید
اصل بات یہ
تھی وہ انہوں
سے ڈنٹے
مقدس رشتوں
مح صرف ایک
بے صدف کی طرح
کر دیا کہ شادی
ان تھی کہ اس
ن سکی اس نے
محبت کرتے
اتے ہیں ان
نظری تھیں
”میں نے خیر
نہو سے قہر
تھی منہ
ن کہ کاش

عاشق بھی تھا کرنا وہ اسے گدگدیاں کر رہی تھی عالیہ اسے خوش دیکھ کر بہت مسرور تھیں وہ چنڈی والے گھر میں ہی تھیں۔ بہت گزاری کے لیے انہوں نے جاب کرنا بھی عاشق کو انہوں نے کنڈر گارڈن اسکول میں داخل کر دیا تھا اکبر کے جانے کے بعد ان کی زندگی سب بونی ہوئی کیونکہ وہ بہت آہستہ آہستہ ہی اس کے گھرانے سے واقف ہوئی تھیں۔

اکبر کی زبانی ہی انہیں علم ہوا کہ اس نے صباح پر جو بے احترام لگایا ہے تب سے انہیں اکبر سے نفرت ہو چکی تھی آہستہ آہستہ وہ بھی عالیہ سے بیزار ہوتا جا رہا تھا جبکہ انہیں اکبر کی دو سری شادی پر حیرت ہوئی نہ افسوس اکبر کو عاشق کی بالکل پروا نہیں تھی پر عالیہ کے لیے عاشق سارا تھا امید کی روشنی بھی آج نئی سال بعد وہ صباح کا سامن کرنے کے قابل ہوئی تھیں۔ اس نے گھٹن سے انہیں خوش آمدید کہا تھا۔

سندھ کی غیور و بھلی عالیہ سے مل کر خوشی ہوئی تھی بھی تب تک صباح کو آفریدی نظر نہیں آیا تھا اس نے بھی کسی سے نہیں پوچھا حمد نے خود ہی بتایا کہ وہ ایک اہم کیس پر کام کر رہا ہے کئی کئی راتیں گھر نہیں آتا۔ رات کو وہ عالیہ اور عاشق کے ساتھ سوئی ایک طرف۔ شرور میان میں عالیہ اور دو سری سائیڈ پر وہ بھی اتارے گئے بعد اپنی پر سکون اور گہری نیند آتی تھی عالیہ سے پتہ ان کی گردن میں یا نہیں ڈالے وہ بے فکر کی نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔

وہ سو رہی تھی عالیہ جانے کے لیے تیار تھیں اس نے وہ سب سے نہیں کیس پر وہ دوبارہ آنے کا کہہ کر چلی گئی۔ صباح کی شادی جن حالات میں ہوئی سندھ سے انہیں بتایا تھا انہیں سن کر خوشی ہوئی تھی کہ ایک ایسا بہت بڑا مہذب مرد ہے اس کا رشتہ جڑا تھا۔

"اب سناؤ اپنی مثنوی کی تفصیل۔" رات کو فارغ ہوتے ہی صباح حمد کو گھیر کر بیٹھ گئی۔

"اجمل نے مجھے چاہو کی دوست کی شادی میں دیکھا تھا اس کے بعد اس نے پروپوزل بھیج دیا چاہو نے ہاں کر دی میں نے بہت شور مچانا چاہا پر تمہاری غیر موجودگی

کے باعث بہت بار مثنوی سنی اور نہ صرف پوچھ لو میں کتنا روٹی تھی کہ میں صباح کے بغیر مثنوی نہیں کروں گی پر چاہو نے ایک نہیں سنی اجمل نے خود مجھے انگوٹھی پہنائی تھی۔" آخر میں حمد کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"میری غیر موجودگی میں کتنے اخطا ہو گئے ہیں حمد صاحبہ کو شرمنا آگیا ہے۔" صباح نے اسے چھیڑا۔

"تم بھی تو لاہور جا کر مثنوی بدل گئی ہو میرا مطلب ہے بہت خوبصورت ہو گئی ہو لگتا ہے وہاں کا مانی تمہیں کچھ زیادہ ہی راس آگیا ہے۔" وہ سناٹھی لگا ہوں سے اسے دیکھ رہی تھی صباح ہنس ہو گئی۔

"ادھر کے کیا حال ہیں۔" اس کا لہجہ قدرے لڑکھایا۔

"گدھر کے حال بھی۔" حمد نے انجل بننے کی ادکاری کی۔

"تمہارے سر کے۔" صباح نے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا وہ کھل کھلائی پھر ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"شرا آئی کے ڈسچارج ہونے کے بعد وہ بہت بدل گئے ہیں خود کو کام میں بے انتہا مصروف کر لیا ہے میں اکثر انہیں راتوں کو بے قراری سے غمگین دیکھتی ہوں صباح میں انہیں چپ چپ دیکھتی ہوں تو میرا دل کٹ جاتا ہے میں چھ سال کی تھی جب ممی ڈیڈی کی وفات ہو گئی میں انہیں اسکول جاتے ہوئے بہت تک کرتی تھی سنی تو ہر وقت روٹا ہی رہتا تھا۔ چاہو اپنے ہاتھوں سے میری پونیاں بناتے ہمارے بچے باکس تیار کرتے رات کو کھلے ہمارے آتے تو ہم انہیں کمالی سنانے کے لیے گھیر لیتے ہم تینوں ذرا ذرا سے کام کے لیے انہیں دیکھتے تھے انہوں نے ہمارے ساتھ بہت محنت کی اپنی عمر کا بہترین حصہ ہمارے لیے ضائع کر دیا یہاں تک کہ اپنی محبت کو ہمارے اوپر قربان کر دیا شرا آئی نے کہا تھا کہ یہ بچے تم ان کے نانی نانا کو دے دو تو میں تم سے شادی کے لیے تیار ہوں پر چاہو نہیں مانے اب جب ہم بڑے ہو گئے ہیں تو انہیں یوں دیکھ کر دکھ ہوتا ہے شاید تمہاری کم عمری سے خائف ہیں اس لیے تمہیں نظر انداز کرتے ہیں۔"

اس کا اپنا تجربہ تھا۔

"جی نہیں یہ سب غلط ہے وہ اب تک اپنی معتبر کو نہیں بھول سکے ہیں میرا خیال ہے کہ انہیں اس سے شادی نہ کرنی چاہیے انہیں بہت دکھ ہوا تھا ناں کہ وہ بیڑھیوں سے کمری ہیں میں نے ہی انہیں گرایا تھا تمہارے سامنے کی بات ہے انہوں نے مجھے ایسے مارا تھا جسے اقبال جرم کروانے کے لیے عادی مجرموں کو مارتے ہیں پھر وہ مجھے ہوٹل چھوڑ آئے تاکہ میرا دماغ ٹھیکانے آجائے ان ساڑھے تین چار سالوں میں میرا دماغ ٹھیکانے آیا ہوا نہیں پر ان کا دماغ میں ضرور ٹھیکانے لگاؤں گی۔" صبح کے تھوڑے چار گانہ تھے اپنی بات مکمل کر کے وہ باہر نکل آئی تھی۔

سندس آئی جاگ رہی تھیں۔
 "تم سوئی نہیں ابھی تک۔" انہوں نے حیرانی سے دیکھا اور گہری سانس لی۔
 "بس جا رہی ہوں۔" وہ پلٹی۔

"سنو اپنے کمرے میں جا کر سوؤ حمد ویسے بھی رخصت ہونے والی ہے۔" سندس نے اسے چھیڑا وہ بیچپنی۔

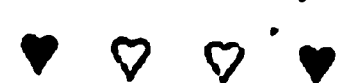
چار سال بعد اس نے دوبارہ کمرے میں قدم رکھا جو ذکاوت والے آفریدی جیسے بے حس شخص کی ملکیت تھا غنیمت تو اسے انہیں رہی تھی وہ کمرے کے چکر کاٹنے لگی۔

اپنی آنکھ میں اور کسی کا سپنا کیسا لگتا ہے بند کمرے میں لیٹ کے چھت کو تکتا کیسا لگتا ہے میں ان میں منظر بن کے اتروں تو محسوس کروں ٹھنڈے فرش پہ جلتے پاؤں رکھنا کیسا لگتا ہے اسے پتہ نہ ہو کہ پہلے پرچا کیا ایک قطعہ یاد آیا۔

"ہونہ ٹھنڈے فرش پہ جلتے پاؤں ایسی اپنی قسمت کہاں۔" وہ بڑبڑاتی اور مزے سے جھازی سائز ڈبل پیر پیر ہو گئی۔ رات کے اس پرخود بخود اس کی آنکھ کھلی تھی غنیمت کا شمار کم ہوا تو اس نے دیکھا کہ سرے میں تیز روشنی ہو رہی تھی وہ یقیناً "آفریدی تھا سوئے ہوئے بیٹا شوز اتارتا ہوا وہ بند پلوں کی جھمبکی سے اسے دیکھ رہی تھی جو تے اتارنے کے بعد اس نے بیٹ کر نکالی یونیفارم کی شرٹ کے من کھولتا وہ

واش روم میں چلا گیا صبح نے ذرا اونچا ہونے کا دم دیکھا ڈیڑھ بج رہا تھا۔

"ہونہ بے چارے پولیس والے۔" اس نے بل میں آفریدی پر طنز کیا وہ یونیفارم بدل کر عام کپڑوں میں ملبوس باہر نکل آیا تھا ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اس کی نگاہ سوئی ہوئی صبح پر ٹک گئی وہ متوازن قدموں سے چلتا ہوا بستر تک آیا بیڈ کراؤن سے ٹکیہ لگا کر بیٹھ گیا تھا صبح نے نا محسوس انداز میں کروشلی دھو لیں ہاتھ سر کے پیچھے رکھے چھت کو گھور رہا تھا پھر اس نے ہاتھ برہا کر لائٹ بند کی اور نائٹ بلب جلایا صبح کی طرف سے کروشلی اور آنکھیں بند کر لیں اس کا دل چاہا دھاڑیں مار مار کر روئے کروشلی بدلے لیئے اس پھر کو ہلائے جلائے کہ اس میں کوئی حس ہے بھی یا نہیں اس کے دل کی دھڑکن محسوس کرے۔



صبح نے اسے جلائے کے لیے پرانی حرکتیں شروع کر دی تھیں۔

آج چھٹی کا دن تھا آفریدی دیر تک سوتا تھا کوئی بھی اسے ڈسٹرب نہیں کرتا تھا۔ اس نے ملازموں کو بھی سختی سے ہدایت کر رکھی تھی کہ چھٹی کے دن جب تک وہ کمرے سے باہر نہ نکلے کوئی ادھر کا رخ نہ کرے۔

برسوں سے یہی ہو رہا تھا پر آج یہ معمول تبدیل ہو گیا تھا۔ صبح پچھنی بونرا زونیر۔ اور حمد سب عین اس کے کمرے کے نیچے لان میں زور شور سے کرکٹ کھیل رہے تھے سب سے زیادہ شور صلح ہی کر رہی تھی وہ کھیل کم رہی تھی شور و غل زیادہ کر رہی تھی چھت پہاڑ آواز میں آفریدی کے کانوں میں جیسے سوراخ کرنے لگی تھیں اس نے ٹکیہ کانوں پر رکھا فائدہ نہیں ہوا وہی حال تھا وہ کھولتا ہوا اٹھا اور کمرے سے جھانکا صبح بیٹ پڑے کھڑی تھی سنی پلوں تک کر رہا تھا نمران سپارنگ کر رہی تھی اور ہانی سب لپٹتے تھے۔

وہ ابلتا ہوا ان کے سروں پر پہنچ گیا سنی اور صبح کے سوا سب رونچرک ہو گئے سنی کو بھانسنے کا موقع ملا

اپنی بیوی نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا ہے وہ اب تک اپنی معتبر کو نہیں بھول سکے ہیں میرا خیال ہے کہ انہیں اس سے شادی نہ کرنی چاہیے انہیں بہت دکھ ہوا تھا ناں کہ وہ بیڑھیوں سے کمری ہیں میں نے ہی انہیں گرایا تھا تمہارے سامنے کی بات ہے انہوں نے مجھے ایسے مارا تھا جسے اقبال جرم کروانے کے لیے عادی مجرموں کو مارتے ہیں پھر وہ مجھے ہوٹل چھوڑ آئے تاکہ میرا دماغ ٹھیکانے آجائے ان ساڑھے تین چار سالوں میں میرا دماغ ٹھیکانے آیا ہوا نہیں پر ان کا دماغ میں ضرور ٹھیکانے لگاؤں گی۔" صبح کے تھوڑے چار گانہ تھے اپنی بات مکمل کر کے وہ باہر نکل آئی تھی۔ سندس آئی جاگ رہی تھیں۔ "تم سوئی نہیں ابھی تک۔" انہوں نے حیرانی سے دیکھا اور گہری سانس لی۔ "بس جا رہی ہوں۔" وہ پلٹی۔ "سنو اپنے کمرے میں جا کر سوؤ حمد ویسے بھی رخصت ہونے والی ہے۔" سندس نے اسے چھیڑا وہ بیچپنی۔ چار سال بعد اس نے دوبارہ کمرے میں قدم رکھا جو ذکاوت والے آفریدی جیسے بے حس شخص کی ملکیت تھا غنیمت تو اسے انہیں رہی تھی وہ کمرے کے چکر کاٹنے لگی۔ اپنی آنکھ میں اور کسی کا سپنا کیسا لگتا ہے بند کمرے میں لیٹ کے چھت کو تکتا کیسا لگتا ہے میں ان میں منظر بن کے اتروں تو محسوس کروں ٹھنڈے فرش پہ جلتے پاؤں رکھنا کیسا لگتا ہے اسے پتہ نہ ہو کہ پہلے پرچا کیا ایک قطعہ یاد آیا۔ "ہونہ ٹھنڈے فرش پہ جلتے پاؤں ایسی اپنی قسمت کہاں۔" وہ بڑبڑاتی اور مزے سے جھازی سائز ڈبل پیر پیر ہو گئی۔ رات کے اس پرخود بخود اس کی آنکھ کھلی تھی غنیمت کا شمار کم ہوا تو اس نے دیکھا کہ سرے میں تیز روشنی ہو رہی تھی وہ یقیناً "آفریدی تھا سوئے ہوئے بیٹا شوز اتارتا ہوا وہ بند پلوں کی جھمبکی سے اسے دیکھ رہی تھی جو تے اتارنے کے بعد اس نے بیٹ کر نکالی یونیفارم کی شرٹ کے من کھولتا وہ

نہیں ملا جبکہ صبح کو پتہ ہی نہیں تھا پیچھے آفریدی
آتش فشاں کے روپ میں کھڑا ہے۔
”دودھ چاچو۔“ سنی نے دبی دبی آواز میں بتانا چاہا پر
صبح نے اہمیت ہی نہیں دی۔

”کیا چیزیں تمہارے چاچو محترم میں نہیں ڈرتی
ان سے بلکہ ڈرتا تو انہیں چاہیے آخر کو ہم خرباب کار
ہیں۔“ دونوں ہاتھوں سے بیٹ نکا کر اس نے قیص کا
گلا فخر سے اونچا کیا اور اس انداز سے لہرائی پیچھے
آفریدی خوشخوار نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا سنی
بھاگ گیا۔

”پتہ ہے آج چھٹی ہے اور میں دیر تک سوتا ہوں
پھر یہ شور کیوں ہو رہا ہے۔“ وہ سخت لہجے میں بولا۔
”آپ کو پتہ ہے آج چھٹی ہے اور میں کھیلتی ہوں
پھر یہ غصہ کیوں ہو رہا ہے۔“ صبح اسی کے اشاکل
میں بولی اور ملا پھینک دیا۔ وہ پیر پختا اندر چلا گیا اوپر
کھڑکی سے دیکھتی نہرا یعنی اور حمد آفریدی کا شکست
خور یہ انداز دیکھ کر ہنس پڑیں۔

بارمان لینا اس کا مزاج نہیں تھا آج پھر نہ جانے
کیوں وہ خاموش ہو کر منظریت بٹ گیا تھا صبح بھی
فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

”جیو میرے شیر۔“ حمد نے اوپر سے ہی داد دی۔
آفریدی بہت اہم کیس پر کام کر رہا تھا کیسوی سے
جائزہ لینے کے لیے وہ شاہ عالم کی فائل گھر پر ہی لے آیا
شاہ عالم بہت خطرناک و بشت کرد تھا انی ماہ کی مسلسل
منت کے بعد آفریدی نے اسے گرفتار کر لیا تھا وہ آج
کل پولیس کی تحویل میں تھا اور ہرگز زبان کھولنے پر
آمادہ نہیں تھا تاہم الرب آفریدی اس کیس کا انچارج
تھا۔

شاہ عالم نے تمام کوائف ماں باپ بمن بھائیوں کی
تفصیلات پرانی رہائش گاہ کا ایڈریس اس کے جرائم کی
تفصیلات، نمونوں اور دستوں کے بارے میں جاننے
کے لیے وہ یہ فائل کھول لیا تھا کھانا کھانے کے بعد وہ
بیزار میں آیا اور آرام سے فائل کا مطالعہ کرنے لگا
ساتھ ساتھ وہ چین سے ضروری نکات بھی نوٹ کرتا

اونچا ہو کے ہوا
اس سفلر
عام کٹرولر
کے بعد اس کا
نقد مول سے
لگا کر وہ بیٹ
نہرا اس سفلر
صبح کی طرز
کے فائل چلا
لینے اس پھر
بھی یا نہیں

پرانی حرکتیں

وہ تھا کوئی بھی
ازموں کو بھی
کے دن جب
سر کا رخ نہ

نہیں تبدیل
وہ سب بھی
سے کرکٹ
پہن ہی کر رہی
ہو رہی تھی۔

میں جیسے
پہرے رکھا
نہ اور کھڑکی
کی باؤنگ
سب فیلڈ

جاری تھا۔

گھر کی تمام لائٹس گل ہو گئیں صبح کرے میں
داخل ہوئی اس نے ہاتھ میں لیٹریڈ، چین سیاہی کی
بول اور ایک میگزین اٹھایا ہوا تھا تمام چیزیں بند پر
رکھنے کے بعد اس نے ٹکی اٹھا کر پیچھے رکھا اور مزے
سے بیٹھ کر چین میں سیاہی بھری لیٹریڈ گود میں رکھا اور
میگزین کھول کر ٹانگوں پر پھیلا لیا آفریدی کو بیٹھنے کا یہ
اشاکل ذرا نہیں بھایا ایک ٹائیپ کے لیے وہ مشرب
ہوا صبح نے دوبارہ چین میں سیاہی بھری پھر سیدھی
ہو کر اس نے دو تین بار چین جھٹکا آفریدی کے سامنے
کھلی فائل کا منہ سیاہی کے نقش و نگار سے رنگین
ہو گا وہ ایک دم غصے میں آگیا۔

”کیا بد تمیزی ہے یہ پتہ ہے کتنے امپورٹنٹ کیس کی
فائل ہے یہ۔“ اس نے صبح کی چین والی کلابی
بید روی سے موڑی درود سے وہ دہری ہو گئی صبح نے
مارشل آرٹ کے جوہر دکھانے چاہے جو آفریدی کے
سامنے نہیں چل سکے اتر۔

”اب کرو مقابلہ ہمت ہے تو۔“ اس نے صبح کو
اکسایا۔

”میں کمزور نہیں ہوں۔“ شدید غیض و غضب
میں گھری وہ اس کے سامنے کھڑی ہو گئی اس نے بڑی
تیزی سے داؤ آڑایا آفریدی پہلے سے ہی ہوشیار تھا
اس کا وار اسی پر لٹا دیا گیا آفریدی نے صبح کے دونوں
ہاتھ پشت پر کر کے پکڑ لیے اور ایک دوسرے میں
پھنسائے بے اختیار اس کے منہ سے لمبے ٹکلی اس کی
پشت آفریدی کے چوڑے سینے سے ٹکرائی تھی۔
صبح کو اپنے یو یوٹ، گرین یوٹ اور بلیک یوٹ
آفریدی جیسے تجربہ کار لڑائی جھڑائی مارشل آرٹس کے
داؤ پیچ سے بخوبی واقف کے سامنے پانی بھرتے نظر
آئے۔

”مجھ سے مقابلہ کرنے چلی ہو چڑیا جتنی ہو کم از کم
اپنی طاقت اور توانائی تو چیک کر لیتیں۔“ آفریدی نے
اس کے بازو چھوڑتے ہوئے کچھ بتایا وہ بے پناہ ضبط کا
مظاہرہ کر رہی تھی مگر نہ اس نے جس بھڑکی سے اس کا
وار خالی کیا تھا اس سے صبح کے جوڑیل کے رہ گئے

آفریدی نے تاسف سے فائل کو دیکھا سیاحی کے
 چہنئے کب کے خشک ہو گئے تھے اس نے اگلا صفحہ کھولا
 اور محو ہو گیا۔ صبح نے بے آواز رونا شروع کر دیا تھا۔
 بہت دیر کے بعد آفریدی اٹھا اور فائل اپنی کینٹ میں
 رکھی رست و اچ اتار کر اس نے سائیڈ میل پر رکھی
 اور جیب سے والٹ بھی نکالا واپس بیٹھتے ہوئے اس کی
 نظر سوئی ہوئی صبح پر پڑی گالوں پر آنسوؤں کی لکیریں
 بہت نمایاں تھیں ایک اُدھ آنسو پلکوں میں ابھی تک
 اڑکا ہوا تھا چیتا "وہ روتے روتے سوئی تھی۔"

"صبح بی بی میرے لیے کڑا امتحان نہ بنو۔"

آفریدی نے نظریں چرائیں۔
 حمد کی شادی کی ڈیٹ فکس کر دی تھی اس
 سے پہلے زونیر اور عینی کی منگنی کا فنکشن تھا عینی نے
 منگنی پر پہنے والا جوڑا کئی بوتھ کس کی خاک چھاننے
 کے بعد پسند کیا تھا یہ ہی حال انگوٹھی کا ہوا تھا اسے
 زونیر کی پسند کر وہ انگوٹھیاں ایویں سی لگ رہی تھیں
 چونکہ ایک ہفتے بعد حمد کی شادی تھی اس لیے مسمان
 پینچنا شروع ہو گئے تھے۔ بیرون شہر سے آنے والے
 مہمانوں کے لیے اوپر والے ٹیسٹ روز سیٹ
 کروائیے گئے تھے۔ صبح نے خاصے کام اپنے ذمے
 لے لیے تھے وہ وہ فنکشن وہ بھی ایک ساتھ نما "عینی
 سمیت حمد اور وہ بھی خاصی پر جوش تھی۔

وہ منگنی پر پہنے والے کپڑے فائل کر رہی تھی
 سندس آنٹی نے اس کے تین جوڑے بنائے تھے
 شادی کے جوڑوں کے علاوہ وہ نما اور حمد سے انہیں
 کے بارے میں مشورہ کر رہی تھی۔

"میں جوڑی دار پانچاے کے ساتھ سلور کھسہ
 پہنوں گی بس۔" اس نے فیصلہ دے دیا وہ دونوں ابھی
 بیچ میں بیٹھی ہوئی تھیں وہ انہیں چھوڑ کر آگئی اس کا
 خیال تھا کہ آفریدی سوچ کا ہو گا خلاف توقع وہ جاگ رہا
 تھا وہ لپٹے جا رہی تھی کہ آفریدی کی آواز نے اسے
 چونکا دیا۔

"صاف سنو۔" جیسے وہ ات کوئی اہم بات بتانا چاہتا
 ہو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"شادی پر پینٹ کے لیے کپڑے ہیں کہ نہیں۔"

بے اختیار کمری سانس لے کر رہ گئی چلا اسے دیکھ کر
 آیا تھا۔

"جی ہیں آنٹی نے بوا کر دیئے ہیں۔" وہ ہاتھوں
 لکیوں میں کچھ تلاش کرنے لگی تھی۔

"جاؤ شاباش میرا والٹ لے آؤ رینگ رینگ دو
 ہی رہ گیا ہے۔" اس نے نرم لہجے میں حکم دیا

لازمی تھی صبح نے اس کے ہاتھوں میں پس بوا۔
 "یہ لو کچھ پیسے ہیں اپنی پسند کے کپڑے اور

چیزیں لے لیتا۔" وہ ہرے ہرے کٹی ٹوٹ اس کی
 طرف برہا رہا تھا۔

"میرے پاس سب چیزیں ہیں کپڑے ہوتے
 جیولری سب کچھ ہے۔" صبح نے ہاتھ آگے نہیں

برہایا۔
 "پھر بھی رکھ لوں ناں۔" وہ اصرار کر رہا تھا اس کی

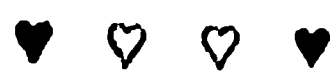
نفی میں سر ہلایا۔
 "میں کتنا ہوں رکھ لو یہ میرا حکم ہے۔" وہ غصے

لہجے میں بولا وہ ٹس سے مس نہ ہوئی آفریدی کو اس کی
 ہٹ دھرمی پر بہت تاؤ آیا وہ ٹوٹ کر رہا تھا جب سے

لاہور سے آئی ہے بدل گئی ہے نرم خوب صبح جلد
 کہاں رہ گئی تھی وہ انتہائی بد تمیز ضدی اور خود سر ہو

تھی پہلے اس کی آنکھ میں احترام ہوتا تھا اب اس کی
 آنکھوں سے عجیب سی ضد جھلکتی تھی ظاہری طور پر

سمیت وہ اندر سے بھی بدل گئی تھی۔ سرکش ہوئی
 تھی خاطر میں ہی نہ لاتی تھی۔



ہم تم کمرز جیسے جارہے ہیں
 بیون مگر اک جنوں دن بدن بے جا رہا ہے
 جانے کیوں ہوئے جارہا ہے
 پاس ہیں نہیں ہیں کیا کیا
 ساتھ ہیں نہیں ہیں کیا کیا
 اجنبی اجنبی رہیں گے کیا کیا
 جی کے الم برہے کیا کیا
 آنکھیں سلگنے کی ہیں

جس نے صبح کی بیٹی انھوں
 اور تم میں شادی
 نہیں ہمارے ہیں
 میں خود ہونا چاہتا ہے اس نے
 میں نہیں اس کے لیے
 حوا بل نہیں کیے اور
 انگوٹھی پہنائی اور سندس
 بچہ بچا ہوا تھا وہ قدر کے
 آج حمد بھی رخصت
 کے پھرنے کا
 روچھی تھی حمد تیار ہو
 ہوئی چلی تھی نما
 نہیں وہ باہر آئی تو علم
 "پلن ہری اب
 وہ روزہ کھول کر اندر
 ماند رہی تھی دھا۔
 لگ رہی تھی۔
 "نما پلن یہ سب کچھ
 باہر جا چکی تھی الیہ
 پھیلائے ہوئے تھے
 دھاگے کو گرہ لگانے
 کی کلائی سے چھوڑ
 اٹھتی سحرانگیر مہک
 کرنے والی تھی ذرا
 اونچے ناقابل سنبھ
 ہوا تھا کیونکہ وہ بہت
 آفریدی نے
 خاصے اہتمام سے
 قریب شہوار اور
 نما "وہ پینٹ کے لیے

የዘመናዊ የጥናት ሥልጣን

اس کی قسمیں در خواستیں گاڑی میں بیٹھنے تک جاری رہیں وہ بس سر ہلاتی رہی اسے حمد کی خود غرضی بردکھ ہو رہا تھا چاہو کا کتنا خیال تھا اور اس کا بالکل بھی

نہیں۔ حمد اور دیگر مہمانوں کے جانے کے بعد وہ سب بھی گمراہ لوٹ آئے سندس آنٹی حمد کے ساتھ گئی تھیں۔ آتے ہی وہ تینوں پیرپار کر کارپٹ پر لیٹ گئیں۔ تمکُن سے جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا زونیر نے صبح سے چائے بنانے کی فرمائش کی خود اس کا دل بھی چاہ رہا تھا۔

تھا جیسی اور سرا جی چائے پیا جیسی میں
صالح کچن میں چلی آئی اس سے پہلے ہی آفریدی
چائے کی کیتلی میں بیالی ڈال رہا تھا۔
چائے کی کیتلی میں بیالی ڈال رہا تھا۔

چائے کی پیلی میں پانی ڈال کر اس نے سیتلی لے لی
 "ہنسیں میں خود غنائی ہوں۔" اس نے سیتلی لے لی
 وہ کچن میں پڑی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا
 اور آنکھیں بند کر کے ہاتھ سر کے پیچھے رکھ لیے وہ
 چائے کو دم دے کر چلی آفریدی کا جائزہ لینے کا اچھا
 موقعہ تھا وگرنہ عام طور پر وہ اسے نظر اٹھا کر نہیں
 دیکھتی تھی شاید وہ اور بھی سخت ہو جائے سفید کلف
 لگے گرتے شلوار میں کشمیری کالی شٹل کندھوں پر
 ڈالے وہ اور بھی زیادہ بارعب اور ناقابلِ رسائی لگ رہی

تھا کسی پہاڑ کی طرح بلند اس کے سر کے بالوں میں
کچنٹیاں پر کہیں کہیں سے معمولی سی سفیدی بھیا نکلی
رہی تھی کرتے کی آستینیں اس نے فولڈ کی ہوئی تھیں
پازوؤں کے بالوں میں سے بھی کہیں کہیں سفید بار
نظر آتے تھے مجموعی طور پر وہ پہلے سے زیادہ شاندار
صحت مند اور پروقار ہو گیا تھا وہ ایسے ہی تو اس پر نہیں
مر مٹی تھی اس کی اولین چاہت بیماروں کی وادہ
میں قدم رکھتے ہی پہلا خواب پہلی منزل پہاڑ پر آؤ تھا
اور راہ میں آیا ہوا پہاڑ ہماری پتھر بھی جس سے کئی
نذر اس کے بازو جذبے زخمی ہوئے تھے۔

وہ اسے اپنی پہنچ سے بہت دور لٹاتا تھا کسی دیوتا
 طہر کسی چٹان کی طرح، مٹی پہلے سخت اور اپنی جگہ
 ہستادوات بھی بھی تھرا پر حیرت ہوتی تھی اس پر
 یہاں تھوڑے روزوں اور سنی کو درمیان میں لاکر
 تھوڑی اس جیسے شخص کے لیے تو بڑی سے بڑی
 - ملطیت قربان کی جا سکتی تھی جیسے اس نے خود اپنے
 بھی ہی تھی - ملطیت میں اسے بغیر اجازت سب سے
 بلند جگہ - دی تھی۔

وہ اس اسرارِ بھرے شخص میں اتنی کھو گئی کہ کیسی
سے گرم چائے اٹھاتے ہوئے با میں ہاتھ پر کراٹھیں
آکھٹ کی شدت سے اس کے منہ سے اور بھی گواہی
نہ نکل سکی تھی۔

”کیا ہوا ہے۔“ وہ چونکا اور آنکھیں کھول کر سیدھا
 ہو بیٹھا وہ ہاتھ پکڑے سک رہی مگی وہ تیر کی تیزی
 سے اس کے پاس آیا مری ہوئی چائے اور جھلے ہوئے
 ہاتھ نے تمام قصہ بتا دیا تھا وہ واؤں والی کینٹ سے
 برنال نکال لایا۔

گرم گرم ابلیتی چائے سے صبح کا ہاتھ اچھا خاصا
جل گیا تھا اور پری جلد کا چھلکا اتر گیا تھا نیچے سے گلابی
گلابی جلسہ جھانک رہی تھی اس نے بڑی نرمی سے
متاثرہ حصے پر برتل لگانا شروع کیا۔ دوستانہ گرفت میں
صبح کا نرم و نازک ہاتھ دبا ہوا تھا حیرت انگیز طور پر
اس کے آنسو ختم کئے تھے یہاں سے وہاں ہر طرف
ایک فرحت بخش احساس تھا۔

”کیا اب بھی جلن ہو رہی ہے۔“ اس نے پوچھا تو
صباح کا سر اُٹھی میں ہلا۔

”تمہارا دھیمان جانے کہاں ہوتا ہے بڑے بڑے
نعمان کرتی ہوا اپنے بھی اور دوسروں کے بھی۔“
”ہستگی سے بولا۔“

”میں صرف اپنے نقصان ہی بے دھیانی میں کر لی ہوں ورنہ یہ چائے آپ کے اوپر بھی کر سکتی تھی۔“ صباح کو اس جھوٹے الزام سے دکھ سا ہوا بولے بغیر نہ سکی۔

”ہاں اس میں کیا شک ہے ویسے باقی دے دے
صباح بیری آپ مجھے مارنے کے لیے کون سا طریقہ
آزمائیں گی صابن والے سے تو آگاہ ہوں۔ باقیوں کے
بارے میں لاعلم ہوں۔“ آفریدی نے دھیمے سے
منسکراتے ہوئے کندھے! چکائے تمر والا واقعہ پوری
آب و تاب سے اجاگر ہو گیا تھا تقریباً ”دعا دہ اسپتال
میں رہی تھی پر شکر تھا کہ مکمل طور پر صحت یاب
ہو چکی تھی اسے علم ہی نہیں تھا کہ میڈیٹیشن پر صلیب
لگا تھا پہلی میڈیٹیشن پر قدم رکھتے ہی اس کا پاؤں لڑکھڑکا
تھا کسی اور چیز کی طرف اس کا دھیان کیا ہی نہیں۔“

[illegible]

صبح ایک ٹافیس کے لیے سن سی ہو گئی شاید وہ اسے جی بھر کر شرمندہ کرنا چاہتا تھا تب ہی وہ قصہ چھیڑا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے میں کوئی پیشہ ور قاتل ہوں جو آپ ایسے کہہ رہے ہیں۔" اس کے معصوم سے دل کو آفریدی کی بے اعتباری سے شدید نہیں پہنچی تھی۔

"تم پیشہ ور قاتل عادی مجرم اور تربیت یافتہ دہشت گردوں سے بھی زیادہ خطرناک ہو۔"

"یعنی میں مجرموں کا لکوں اور دہشت گردوں سے بھی زیادہ خطرناک ہوں۔" صبح کی آنکھوں میں شدید اذیت کے آثار رقصاں تھے۔

"ہاں۔" آفریدی نے سر ہلایا وہ چائے کی ٹرے لیے پائیکل گئی تھی۔ بہت دیکھ ہو رہا تھا یعنی وہ ایسی ہے کہ معاشرے کے برے کرداروں سے بھی گئی گزری ہے۔

وہاں میں ستنی بیچ پر بیٹھی رو رہی تھی۔

"ساری حقیقت رشتوں کو ماننے اور احترام کرنے اور پھر انہیں جو ہے جیسا ہے کی بنیاد پر قبول کر لینے میں ہے ورنہ دنیا میں صرف ایک ہی رشتہ ہو ماعورت اور مرد کا رشتہ۔ بس بھائی، تایا، چچا، ماموں، پھوپھی، مائی، ماں باپ جیسے رشتوں کی اہمیت نہ ہوتی جیسے اکبر انکل کے نزدیک میں صرف ایک لڑکی تھی عالیہ پھوپھو کے حوالے سے انہوں نے میرے اور اپنے رشتے کے مابین تمہیں بڑا قول کون جانا اور آفریدی کے نزدیک شاید میں صرف تمہاری دوست تھی حالانکہ قدرت نے تار پڑھانے میں ایک مضبوط رشتے کو جنم دیا ہے مگر وہ اب تمہیں نہیں لگتا جس روز عالیہ پھوپھو نے مجھے کہنا شروع کیا کہ تمہیں اپنے رشتوں سے دور رہنا ہے کہ آفریدی کے در پر پناہ مانگنے نہ دے گی۔ یہ سب باتیں ارمان میں چلی جاتی آج اتنی اذیت پہنچ رہی ہے۔"

میں نے کہا "یا میں غالباً" بلکہ یقیناً سب سے پہلے ایک انٹرنل کے قابل ہو جائیگی۔

کے ساتھ کراچی نہ آئی بھلا جوان ہوئی لڑکی کو کیا ضرورت ہے کسی خالہ و مائی ماموں اور پھوپھی کے گھر قیام کرنے کی۔

کاش عالیہ پھوپھو مجھ سے اتنی محبت نہ کرتیں نہ میں ان کی کمی محسوس کرتی کاش میں بھڑی میں ہی رہتی تو کسی اکبر انکل جیسے بھیلے کو میرے اوپر غلط نگاہ ڈالنے کی ہمت نہ ہوتی میٹرک کے بعد کوئی جانب کر لیتی زندگی ہی گزرنی تھی میں گزر جاتی اس پھر جیسے شخص سے آشنائی تو نہ ہوتی نہ حمہ اسے متیں کر کے شادی پر آمادہ کرتی نہ یہ نار سائی کا دکھ جھیلنا پڑتا نہ چپ چاپ اپنی آگ میں جلنا پڑتا۔

خواب	کی	مسافت	ہے
وصل	کی	تمازت	ہے
روز و شب	ملا	ریاضت	ہے
کیا	ملا	محبت	ہے
ایک	بھر	کا	صحر
ایک	شام	یادوں	کی
ایک	تھکا	ہوا	آنسو

"ہاں میرے حصے میں تو تھکے ہوئے آنسو ہی آئے ہیں وہ آج بھی اسی طرح سر بلند ہے مجھے اپنا کرسب کی ستائش وصول کر رہا ہے کہ ایک لکھ جیسی کم مائیہ بن ماں باپ کی لڑکی کو کون اپنا رہا ہے جس کے ساتھ اکبر انکل جیسے شخص کا رشتہ اشتہار بنا ہوا ہے میرے پاس خاص جائیداد بھی نہیں ہے جبکہ یہ شخص اس کے پاس ایک اعلیٰ مضبوط عہدہ ہے معاشرے میں ایک مقام ہے حیثیت ہے میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے ہاں اسے مغرور ہونا ہی چاہیے غور بھی تو کسی کسی پر بھتا ہے جب اتنا کچھ ہو تو گردن میں اکر آئی جاتی ہے بندہ فرعون بن جاتا ہے اور یہ پولیس والے تو ہوتے ہی فرعون ہیں اور یہ انٹیل پولیس ڈپارٹمنٹ والے انہیں تو کچھ زیادہ ہی مراعات حاصل ہوتی ہیں ظلم کرنے کی دوسروں کو دوند کر تسکین حاصل کرنے کی ہونہ اور والے نے انہیں شاید لائسنس ٹوکل دیا ہوا ہے مجرموں کے ساتھ ساتھ شاید گھر والے بھی اس "کھلی چھٹی" کے زمرے میں آتے ہیں جی بھی تو یہ

”ان اعمال میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حمد و کے
جوتے تبدیل رویا اور نظام نہیں ہیں جو تمہاری
طرف آنسو اتر رہی نہیں دیکھتے نہ پیار سے بات

”پھر وہ اکبر صاحب والا واقعہ ہوا ابتدا میں میرا خیال تھا کہ شاید تمہاری ذات بھی ملوث ہے پھر بعد میں یہ خیال تم سے گفتگو کے بعد ختم ہو گیا اکبر کی تمکیناً گفتگو کے بعد ہی مجھے پتہ چل گیا کہ تم بالکل بے گناہ ہو اب یہ تینوں شیطان میرے سر ہو گئے کہ تم سے شادی کر لوں تمہارے ساتھ شادی کرنے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ مجھے اپنی اور تمہاری عمر کا فرق معلوم تھا پھر تم انتہائی احمق اور بے وقوف تھیں اپنی حرکتوں سے ہی بدگمانہ پن کو ظاہر کر لیں کیونکہ تمہاری پھوپھو نے لاڈ پھار کر کے تمہیں

مقام بنالیا تھا جسے یہ بھی علم ہے کہ رہا بن کر مجھے تم
 ہی فون کرتی تھیں تمہارا بات کرنے کا مخصوص انداز
 ہے اس سے میں نے تمہیں پہچانا اگر تم لاہور نہ
 جاؤ اور مجھے فون کر دیتیں تو شاید میں تم سے بارہا
 لیتا سڑکوں ہو جاتا میں تمہیں اس خوف سے فون ہی
 نہیں کرتا تھا نہ حمہ نذیر سنی کو کرنے دیتا کہ میں تم
 سے شکست کھا جاؤں گا اس چھوٹی جذباتی لڑکی سے
 جو مجھ سے شدید محبت کر کے مجھے اپنا اسیر کر گئی تھی۔
 اور اب جب تم واپس آئیں تو بہت بدلی ہوئی
 تھیں اس بدلی ہوئی صبا نے میری انا کو چاروں شانے
 گرادیا اور آج میں یہ کہنے کے قابل ہوا۔
 وہ نشہ بھی نہیں تھا کہ ٹوٹا مجھ میں
 وہ سانحہ بھی نہیں تھا کہ گزر جانا
 شکستہ ہو گیا آئینہ پندار ورنہ
 یقین کر میں تیرے عشق سے مگر جانا
 ”ہاں صبا تم نے تو میرے جیسے مضبوط ناقابل
 شکست مرد کو بھی ریزہ ریزہ کر دیا ہے جسے شرا ایک بلکی
 سی ضرب بھی نہ لگا سکی تھی اسے تم نے ایک چھوٹی
 احمق سی لڑکی نے تو ٹھیک چھوڑ دیا ہے اس کی انا میاں وہاں
 بکھیر دی ہے یہ ٹوٹا ہوا بکھری انا والا مرد جسے زعم تھا کہ
 وہ ناقابل تسخیر ہے اسے تم نے اپنی محبت سے ہمیشہ
 کے لیے ہرا دیا ہے تم میرے دل کے مفتوح قلعے
 پر آرام سے اپنے نام کا پرچم لہرا سکتی ہو کیونکہ میں نے
 تمہاری محبت کے آگے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔“
 آفریدی اس کے سامنے بیٹھا اعتراف شکست
 کر رہا تھا صبا کو جانے کیا ہوا کہ وہ پھر رونا شروع ہو گئی
 اس کے دل میں طوفان سے اٹھ رہے تھے
 ”مجھے عالیہ پھوپھو اور رحمان انکل دوستیوں کے
 نام یاد ہیں جو مجھ سے گہری اور بے غرض محبت کرتے
 تھے میں جب آپ کو حمہ نذیر اور سنی کے ساتھ یوں
 دوستانہ انداز میں ان کے لاڈ اٹھاتے دیکھتی ان کے
 خیرے برداشت کرتے دیکھتی تو میرا دل چاہتا کہ میں بھی
 اس خوبصورت منظر کا حصہ بن جاؤں حمہ کہتی ہے کہ
 آپ نے انہیں ماں باپ بھائی بہن دوست تک کا پیار
 دیا ہے بچوں کی طرح بالائے پونیاں بنانے سے لے کر
 ان کے گچ بکس تک تیار کیے ہیں تو میرا دل چاہا کہ کاش

انتہائی احمق انجان اور بیوقوف لڑکی بنا دیا تھا میں بھلا
 ایسی لڑکی کے ساتھ کیسے شادی کر سکتا تھا جو عورت اور
 مرد کے رشتے کے مابین نزاکتوں کو ہی نہ سمجھتی ہو تم
 انتہائی نادان ہو مجھے ان تینوں کے آنسوؤں نے ہرا دیا
 شاید اندر سے میرا دل بھی یہی چاہ رہا تھا میں نے شادی
 کرنی بعد میں مجھے احساس ہوا کہ میں نے شاید
 تمہارے اوپر ظلم کیا ہے لوگ کبھی کلیوں کو روند کر
 مسل کر خوش ہوتے ہیں پر میں ان لوگوں میں نہیں
 ہوں تمہاری عمر تمہاری معصومیت کو دیکھ کر مجھے تم پر
 غم بگاڑا لے بھی خوف آتا تھا۔
 میں تمہاری طرف دیکھتا بھی نہیں تھا کہ شاید بے
 ایمان ہو جاؤں اور کلی کا منہ بند حسن تباہ ہو جائے
 حالانکہ تمہارے تیور کچھ اور ہی کہتے تھے تم میری
 ظاہری شخصیت سے متاثر ہو گئی تھیں مجھے علم تھا کہ
 میرا رویہ تمہیں ہرٹ کرتا ہے میرے منہ سے اکثر
 گزرتی نکلیں جاتا تھا اور تمہیں غصہ آتا تھا تمہاری نگاہیں
 کبھی تھیں کہ میں بچہ نہیں ہوں میرے ساتھ برابر کا
 سلوک کرو۔
 ایک رات جب میں اپنے بیدروم میں آیا تو تم
 رو رہی تھیں شخص اس بات پر کہ میں تمہیں گڑیا کہتا
 تھا تم نے مجھے کہا کہ میں پورے چھ ماہ بعد سترہ سال کی
 ہو جاؤں گی تم نے یہ سب اس انداز میں کہا کہ میرے
 جذبات کی رکیں چھٹنے لگیں تم نے مجھے کہا کہ میں تم سے
 ڈرتا ہوں صبا واقعی اس رات میں ڈر گیا تھا تمہاری
 جذباتی محبت تمہارے جذبوں اور تمہاری معصوم سی
 چابکدستی میں ڈر گیا تھا خوفزدہ ہو گیا تھا۔ تمہاری
 معصومیت کو میں قبل از وقت ہی آنکھی کی انجان
 وادیوں میں لے جاؤں۔
 تم اپنی لڑکی ہو اگر میں شرا والے واقعے کے بعد
 تمہیں ابھور چھوڑ کر نہ جاتا تو مجھے یقین تھا کہ تم مجھے
 ہر وقت میرے جذبات کے پرچے اڑا دیتیں میری
 شہوات و ہوا لڑکیوں میں نے بڑی بیدردی سے
 دیکھا ہے اب بابتہ اٹھایا کر اگر تمرا ہوش میں آکر تمہارا
 ہوشیار ہونا ہو جاتا تو تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھ
 سے دور رہتے اور مجھے یہ دوری اب کسی قیمت پر
 مجھ سے دور نہیں رہتی کہ تم نے میرے دل میں اپنا